مسائل سنن ونوافل- سنن مؤکدہ

فرائض کی کمی سنن سے پوری ہوتی ہے:

سوال: فرضوں سے پہلے، ابعد جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں، یہ کس لیے قرار دی گئیں؟

(المستفتی: ۶۹۹، حکیم مولوی سید عبداللہ شاہ، ۹؍شوال ۱۳۵۴ھ، مطابق ۵؍جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

ان سنن مؤکدہ کا حکم ہمارے لیے تو اتنا کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں اور پڑھنے کی ہم کو بھی تعلیم اور تاکید فرمائی ہے، اس کے علاوہ ایک حکمت بھی حدیث سے ہمیں معلوم ہوگئی ہے کہ فرائض میں اگر کچھ نقصان رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ ہماری سنن ونوافل سے پورا کر دیا جائے گا، (۱) اور یہ بہت بڑا فائدہ اور بڑی اہم مصلحت ہے۔ (۲) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳؍۳۱۷)

---

(۱) عن أنس بن حكيم الضبي قال: خاف من زياد أو ابن زياد فأتى المدينة فلقي أباهريرة فنسبني فانسبت له فقال: يا فئ ألا أحدثك حديثاً؟ قال قلت: بلى رحمك الله، قال يونس: أحسبه ذكره عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن أول ما يحاسب الناس به يوم القيامة من أعمالهم الصلاة قال: يقول ربنا جل وعز لملا ئكته وهو أعلم انظروا في صلاتي عبدي أتمها أم نقصها فان كانت تامة كتبت له تامة وان كان انتقص منها شيئا، قال: انظروا هل لعبد من تطوع؟ فإن له تطوع، قال: أتموا لعبدي فريضته من تطوعه ثم تؤخذ الأعمال على ذلك. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم كل صلاة لايتمها صاحبها تتم من تطوعه: ۱۳۳/۱، مكتبة حقانية، انيس)

(۲) عن عبد الله بن شقيق قال: "سألت عائشة رضى الله عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه فقالت: "كا ن يصلي في بيتي قبل الظهر أربعًا ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصلي ركعتين وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ويصلي بالناس العشاء ويدخل بيتي فيصلي ركعتين، وكان يصلي من الليل تسعة ركعات فيهن الوتر، وكان يصلي ليلا طويلا قائما، وليلا طويلا قاعدا، وكان إذا قرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم، وإذا قرأ قاعدا ركع وسجد وهو قاعد وكان إذا طلع الفجر صلى ركعتين. (صحيح لمسلم، باب جواز النافلة قائمًا وقاعدًا وفعل بعض الركعة قاعداً وبعضها قائماً: ۲۵۲/۱، ط: قديمي كتب خانة كراچى)

سنت کے لیے اذان کا ہونا ضروری نہیں:

سوال: سنت پڑھنے کے واسطے اذان کا انتظار ضروری ہے، یا نہیں؟ جیسا کہ جمعہ، عشا وظہر کے وقت چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہیں، بغیر اذان ہوئے پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: ۵۲۴، شیخ شفیق احمد (ضلع مونگیر) ۷/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ، مطابق ۹/جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب

سنت پڑھنے کے واسطے اذان کا انتظار ضروری نہیں، جمعہ، ظہر اور فجر کی سنتیں اذان سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں،(۱) (بشرطیکہ وقت ہو چکا ہو)۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۶)

سنتوں اور نفلوں میں وقت کا ذکر کرنا ضروری نہیں:

سوال: سنن ونوافل میں نیت کرتے وقت، اس وقت کا بھی نام لے، یا نہیں؟

الجواب

ذکرِ وقت کی حاجت نہیں۔(۲)

(بدست خاص، ص: ۳۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۸۲)

سنت اور نفل کی نیت میں وقت کی تعیین:

سوال: سنتوں اور نفلوں میں وقت کی پابندی ہے، یا نہیں ہے؟ مثلا دو رکعت سنت، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت ظہر کہنا چاہیے، یا نہیں؟ یا صرف دو رکعت سنت سنت رسول اللہ کی، منہ طرف کعبہ شریف کے کہنے چاہیے؟

(المستفتی: ۲۲۴، شہباز خاں سب انسپکٹر پولیس کرنال، ۱۶/ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ، ۳/مارچ ۱۹۳۴ء)

---

(۱) الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة ... وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات و التراويح والعيدين أذان. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثانى فى الأذان، الفصل الأول: ۱/۵۳، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح وهو الصحيح. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثالث فى شروط الصلاة، الفصل الرابع فى النية: ۱/٦٥، انيس)

ثم إن كانت الصلاة نفلا يكفيه مطلق النية وكذا إن كانت سنة فى الصحيح وإن كانت فرضا فلا بد من تعيين الفرض كالظهر لاختلاف الفروض. (الهداية، باب شروط الصلاة التى تتقدمها: ۱/٤٦، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس)

الجواب

سنتوں اورنفلوں میں وقت کا نام لینے کی ضرورت نہیں اورسنت رسول اللہ کی یہ لفظ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ،صرف یہ کہنا چاہیے نیت کی، میں نے دورکعت نماز سنت واسطے خدا کے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳؍۳۱۵، ۳۱۶)

سنتوں کی نیت میں سنت رسول اللہ کہنا کیسا ہے:

سوال: سنن میں سنت رسول اللہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب

(وکفٰی مطلق نية الصلاة) وإن لم يقل للّٰه (لنفل وسنة)راتبة"،الخ.(۲)

یعنی سنت ونفل میں مطلق نیت نماز کی بھی کافی ہے اوریقین کرنا کہ سنت فجر ہے یا ظہر احوط ہے،اگرسنت رسول اللہ کہے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔(۳)واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴؍۲۰۶)

سنت ونوافل میں فرق:

سوال: کیانفل وسنت نماز ایک ہی نماز ہیں،یا جدا جدا؟ تہجد کی نماز سنت ہے،یانفل؟

هو المصوب

سنت نماز کونفل کہا جاتا ہے؛لیکن ہرنفل کوسنت نہیں کہا جاسکتا،(۴)اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں فرق ہےاورتہجد کی نماز کونفل وسنت دونوں کہہ سکتے ہیں۔(۵)

تحریر:محمدظفر عالم ندوی،تصویب ناصرعلی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳؍۴۱)

---

(۱) (وكفٰى مطلق نية الصلاة)وإن لم يقل للّٰه (لنفل وسنة)راتبة،إلخ.(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،بحث في النية:۹٤/۲،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،باب شروط الصلٰاة،بحث في النية:۹٤/۲،دار الكتب العلمية بيروت،ظفير

(۳) والاحتياط في السنن أن ينوي الصلاة متابعاً لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم،كذا في الذخيرة.(الفتاوىٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثالث في شروط الصلاة،الفصل الرابع في النية:٦٥/۱، انيس)

(۴) كل سنة نافلةً ولاعكس.(الدرالمختار)والكل يسمٰى نافلة؛لأنه زيادة علٰى الفرض لتكميله.(الدر المختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر و النوافل:٤۳۸/۲)

(۵) أقم الصلٰوة لدلوک الشمس الٰى غسق الليل قرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهوداً ومن الليل فتهجد به نافلة لک عسٰى أن يبعثک مقاما محموداً.(سورة الاسراء:۷۸،۷۹،انيس)

اگر بھول سے سنت کی نیت میں فرض کا نام لے لے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی شخص بوقت ظہر، یا فجر بھول کر بجائے سنت مؤکدہ کی نیت کے فرضوں کی نیت باندھ لے تو سنتیں کیوں کر ادا کرے؟ نیت توڑ کر پھر سنتوں کی نیت باندھے، یا دل ہی دل میں نیت کرے اور فرض بعد کو پڑھے، یا کیا کرے؟

الجواب

نیت توڑ کر پھر سے نیت سنتوں کی باندھے اور دوبارہ تکبیر بہ نیت سنت کہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۸/۴)

سنن مؤکدہ کا ثبوت:

سوال: ہر پنج وقتی نماز فرض کے بعد جونفل، یا سنت زوائد پڑھی جاتی ہیں، خاص کر ظہر میں دو رکعت اور مغرب اور عشا میں دو رکعت سنت کے بعد، یہ سب کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز فرائض کے قبل و بعد جو سنن زوائد ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے ان کو سنت فرمایا ہے اور سنت وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہو، امام صاحبؒ ہم سے زیادہ حدیث کو جانتے تھے، انھوں نے کسی حدیث سے ان کا سنت ہونا معلوم کیا ہوگا، ہم کو حدیث ڈھونڈھنے کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ ہم مقلد ہیں؛ لیکن اس وقت محض تبرعاً حدیث صحیح لکھے دیتا ہوں، آئندہ ایسے سوالات کا جواب وہی ہوگا، جو اوپر لکھا گیا ہے۔

أخرج البخاری عن نافع عن ابن عمرقال: حفظت من النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عشر رکعات رکعتین قبل الظهرورکعتین بعدها ورکعتین بعدالمغرب فی بیته ورکعتین بعد العشاء فی بیته ورکعتین قبل صلوٰة الصبح وکانت ساعة لایدخل علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فیها حدثتنی حفصة أنه کان إذا أذن المؤذن وطلع الفجرصلٰی رکعتین وأخرج عن عائشة رضی اللّٰہ عنهاأن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم کان لایدع أربعًا قبل الظهرورکعتین قبل الغداة.(۲)

(۱) رجل افتتح المکتوبة فظن أنها تطوع فصلٰی علٰی نیة التطوع حتٰی فرغ فالصلاة هی المکتوبة ولوکان الأمربالعکس فالجواب بالعکس ولوافتتح الظهرثم نویٰ التطوع أو العصر أو الفائتة أو الجنازة،وکبر یخرج عن الأول ویشرع فی الثانی والنیة بدون التکبیرلیس بمخرج.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الصلاة،الباب الثالث فی شروط الصلاة،الفصل الرابع فی النیة : ٦٦/١)

(۲) صحیح البخاری،کتاب الصلاة،أبواب التهجد،باب الرکعتین قبل الظهر: ١٥٧/١،قدیمی،انیس ==

ان حدیثوں سے بارہ سننِ مؤکدہ کا ثبوت کافی طور پر ہورہا ہے اور اگر سنن زوائد سے سننِ مؤکدہ کے علاوہ مراد ہیں تو دوبارہ سوال کیا جاوے۔ (امداد الاحکام:۲/۲۱۸-۲۱۹)

مختلف اوقات کی سنتوں سے متعلق احکام:

سوال: سنن رواتب کہ جن کا نماز پنجگانہ میں معمول ہے کہ عوام کے ذہن میں اس قدر مستحکم ہیں کہ عوام سمجھتے ہیں کہ مجموعہ رکعات سنت وفرض، اصل نماز میں داخل ہیں، حالاں کہ سنت فجر کے سواء اور باقی جو نماز سنت ہے، اس کی اس قدر تاکید حدیث میں نہیں اور اکثر مسلمان مرد اور عورت بسبب زیادتی رکعت نماز پابندی کی دشوار جانتے ہیں تو رات دن میں جو سترہ رکعت فرض ہے، اگر صرف وہی ادا کرنے کے لیے حکم دیا جائے تو لوگ آسانی سے نماز کی پابندی کرسکیں گے؟

الجواب

جو نماز سنت ہے، اس کے بارے میں علماء ماوراء النہر نے نہایت سختی کی ہے، حتی کہ جہال عوام نے سنتوں کو قریب فرض کے سمجھ لیا ہے اور اس قدر تاکید حدیث سے ثابت نہیں اور یہی تحقیق ہمارے حضرت والد مرحوم کی ہے اور احادیث اور آثار صحیحہ سے یہی ثابت ہے، تشدد کنندگان علماء ماوراء النہر نے اس قدر تاکید نماز سنت کی ثابت فرمائی ہے کہ یہ نمازیں جو سنتیں ہیں، عوام کے عقیدہ میں فرض کے مانند قرار پائی ہیں اور ہمارے حضرت والد مرحوم فرماتے تھے کہ یہ ایک طرح کی شریعت میں تحریف ہے؛ یعنی سنت کے بارے میں یہ عقیدہ کرا دینا کہ یہ فرض ہے، شریعت میں ایک طرح کی تحریف ہے۔(۱) (فتاویٰ عزیزی، ص:۴۹۳-۴۹۴)

== وعن عائشة رضى الله عنها قالت: ما صلٰى النبى صلى الله عليه وسلم العشاء فدخل الا صلٰى أربع ركعات أو ست ركعات. {رواه أحمد وأبو داؤد} (آثار السنن، كتاب الصلاة، باب التطوع للصلاة، ص: ۲۵۱، مكتبة البشرىٰ پاکستان، انیس)

(۱) وَمن أَسبَاب التحريف التعمق، وَحَقِيقَته أَن يَأْمر الشَّارِع بِأَمْر وَينْهى عَن شَيْء فيسمعه رجل من أمته، ويفهمه حَسبَمَا يَلِيق بذهنه، فيعدى الحكم إِلَى مَا يشاكل الشَّيْء بِحَسب بعض الْوُجُوه أَو بعض أَجزَاء الْعلَّة أَو إِلَى أَجزَاء الشَّيْء ومظانه ودواعيه، وَكلما اشْتبهَ عَلَيْهِ الْأَمر لتعارض الرِّوَايَات الْتزم الأشد، ويجعله وَاجبا، وَيحمل كل مَا فعله النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ على الْعِبَادَة، وَالْحق أَنه فعل أَشْيَاء على الْعَادة، فيظن أَن الْأَمر وَالنَّهْي شملا فِي هَذِه الْأُمُور، فيجهر بِأَن الله تَعَالَى أَمر بِكَذَا، وَنهى عَن كَذَا، كَمَا أَن الشَّارِع لما شرع الصَّوْم لقهر النَّفس وَمنع عَن الْجِمَاع فِيهِ ظن قوم أَن السّحُور خلاف الْمَشْرُوع؛ لِأَنَّهُ يُنَاقض قهر النَّفس، وَأَنه يحرم على الصَّائِم قبْلَة امْرَأَته لِأَنَّهَا من دواعي الْجِمَاع، وَلِأَنَّهَا تشاكل الْجِمَاع فِي قَضَاء الشَّهْوَة، فكشف رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَن فَسَاد هَذِه المقاملة وَبَين أَنه تَحْرِيف. ==

سنت مؤکدہ کا ترک درست نہیں:

سوال: سنت مؤکدہ کو بعض علما کہتے ہیں کہ اگر فرصت ہے تو پڑھ لی جاویں، اگر فرصت نہ ہوتو نہ پڑھے، کچھ حرج نہیں ہے، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

سنن مؤکدہ کو ترک نہ کرنا چاہیے، حتی الوسع پڑھنا چاہیے،(۱) البتہ اگر وقت تنگ ہوگیا ہو کہ صرف فرض پڑھنے کی مقدار وقت باقی ہو تو اس وقت سنتوں کو چھوڑ دے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۶/۴)

سننِ رواتب کے ترک کرنے والے کا حکم:

سوال: سوال اول این کہ شخصے دراوقات خمسہ سنن رواتب علی سبیل التہاون والتکاسل نمی خواند فقط برخواندن نماز ہائے فریضہ اکتفامی کند درحق آنکس شرعاً چہ حکم است، ودرآخرت بوجہ ترکِ سنن رواتب معذب و ماخوذ خواہد شد، یا نہ؟ وبایں سبب درزمرۂ بے نمازاں محشور شود یہ، یا نہ؟

سوال دوم اینکہ شخصے نماز ہائے پنجگانہ بجماعت میخواند بدیں طور کہ ہرگاہ بجماعت شریک شود اقتدیت بِھٰذا الإمام اللّٰہ أکبر گفتہ باامام اقتداء کند، وپستر دعاء ثناء وتسبیحات رکوع وسجود وتکبیرات انتقالات وتشہد وغیرہ ہیچ نمی خواند و بعد تکبیر تحریمہ تا آخر نماز بالکل ساکت می ماند اما درافعال دیگر یعنی قیام وقعود ورکوع وسجود وقومہ وجلسہ باامام متابعت کرد و چوں نماز تمام شد باامام لفظ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بہر دو جانب گفتہ از نماز بیروں شد، پس نماز ایں شخص کہ بطور مذکور فرائض بجماعت میگذارد صحیح شود، یا نہ واز فرائض بری الذمہ گردد یا نہ۔

== وَمِنهَا التشدد وَحَقِيقَته اخْتِيَار عبادات شاقة لم يَأْمر بهَا الشَّارِع كدوام الصّيام وَالْقِيَام التبتل وَترك التَّزَوُّج، وَأَن يلْتَزم السّنَن والآداب كالتزام الْوَاجِبَات وَهُوَ حَدِيث نهى النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عبد الله بن عَمْرو وَعُثْمَان ابْن مَظْعُون عَمَّا قصدا من الْعِبَادَات الشاقة وَهُوَ قَوْله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '' لن يشاد الدّين أحد إِلَّا غلبه '' فَإِذا صَار هَذَا المتعمق أَو المتشدد معلم قوم وَرَئِيسهمْ ظنُّوا أَن هَذَا أَمر الشَّرْع وَرضَاهُ، وَهَذَا دَاء رُهْبَان الْيَهُود وَالنَّصَارَى. (حجة اللّٰه البالغة، باب أحكام الدين من التحريف: ۲۱۱/۱، دارالجيل بيروت، انيس)

(۱) عن عائشة قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم من ثابر علٰى ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى اللّٰه له بيتاً فى الجنة، أربع ركعات قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب وركعتين بعدالعشاء وركعتين قبل الفجر. (الجامع للترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى من صلٰى فى ويوم وليلة ...: ۹۴/۱، قديمى، انيس)

ولِهٰذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب فى لحوق الإثم كما فى البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما فى التحرير أى علٰى سبيل الإصرار بلا عذر. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فى السنن و النوافل: ۶۳۰/۱، ظفير)

الجواب

(۱) ترک سنن مؤکدہ بلا عذر بطریق اصرار واستمرار موجبِ عتاب وقدرے گناہ ہے؛ لیکن تارکِ سنن بے نمازی شمار نہ ہوگا۔

قال الشامي عن الكشف الكبير معزيًا إلٰى أصول أبي اليسر: حكم السنة أن يندب الٰى تحصيلها ويلام علٰى تركها مع لحوق إثم يسير، آه، وعن هٰذا قال في البحر: أن الظاهر من كلامهم أن الإثم منوط بترك الواجب أو السنة المؤكدة لتصريحهم بإثم من ترك سنن الصلوات الخمس على الصحيح وتصريحهم بإثم من ترك الجماعة مع أنها سنة على الصحيح ولاشك أن الإثم وبعضه أشد من بعض فالإثم لتارك السنة المؤكدة أخف منه لتارك الواجب، آه. وظاهره حصول الإثم بالترك مرة ويخالفه ما في شرح التحرير أن المراد الترك بلاعذر علٰى سبيل الاصرار ... وقال محمد في المصرين علٰى ترك السنة بالقتال وأبويوسف بالتاديب، آه، فيتعين حمل الترك فيما مر عن البحر على الترك علٰى سبيل الاصرار توفيقًا بين كلامهم، آه. (۱)

اور اگر احیاناً ترک ہوجائے، یا عذر سے ترک ہو مثلاً سفر، یا مرض، یا تعب شدید کی وجہ سے تو موجب عتاب وملامت وگناہ نہیں۔

(۲) اس شخص کے ذمہ سے فرض تو ساقط ہوجائے گا؛ لیکن ترک واجبات وترک سنن مؤکدہ کا گناہ ہوگا۔ وھو ظاہر۔

۲۴/ ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۲/۲۲۳-۲۲۴)

---

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب في قولهم الاساءة دون الكراهة: ۲/۱۷۰، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

☆ **سننِ مؤکدہ کے تارک کا حکم:**

سوال: اکثر لوگ جمعہ کی فرض نماز کے بعد بغیر سنت پڑھے ... چلے جاتے ہیں نہ اپنے مکانوں میں جاکر پڑھتے ہیں، بازاروں میں جاکر بیٹھ جاتے ہیں، کتنا بھی تاکید کرو نہیں سنتے ہیں، نہ پند ونصیحت قبول کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے کیا وعید آئی ہے، اور مذکورہ لوگوں کے لئے کیا عذاب ہے، شرعاً بالتفصیل بیان فرماکر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب

یہ لوگ تارکِ سنت مؤکدہ ہیں، اور ترکِ سنت مؤکدہ گاہے بلا عذر ہوجائے تو صغیرہ ہے اور اس پر مداومت کرنا کبیرہ ہے، جس سے علاوہ سخت گناہ کے حرمانِ شفاعتِ نبوی کا اندیشہ ہے۔

رجل ترك سنن الصلاة ان لم ير السنن حقًا فقد كفر؛ لأنه تركها استخفافًا وإن راٰها حقًا فالصحيح أنه يأثم؛ لأنه جاء الوعيد بالترك. (الفتاویٰ الهندية، الباب السابع في النوافل: ۱/۱۱۲، دار الفكر بيروت، انيس) واللّٰه أعلم

قلت: ومخافة حرمان الشفاعة رأيته في مقام لااحفظ الآن موضوعه. (ذكره في اللآلي المصنوعة للسيوطي) ==

طالب علم، قاضی یا مفتی کو درس،

فتویٰ اور قضا میں مشغول رہنے کی وجہ سے ترکِ سنن رواتب جائز ہے، یا نہیں:

سوال: طالب علمے بوجہِ قلتِ فرصت بسبب کثرتِ اشتغال بمطالعۂ کتبِ دینیہ اگر برخواندن فرائض فقط اکتفا کند وسنن رواتب ترک سازد، ایں چنیں عمل کردن بعلتِ مذکور درحق اوشرعاً روا باشد، یا نہ؟

الجواب

طالب، یا قاضی، یا مفتی کو سنت فجر کے سوا دیگر سنن رواتب کا ترک وقت اشتغال (یعنی عندالدرس کماسیأتی) بالعلم، یا بالقضاء والفتویٰ جائز ہے؛ لیکن اگر وقتِ صلوٰۃ میں درس وفتویٰ وقضا سے فارغ ہوجائے تو سنن کا بجالانا ضروری ہے۔

ولایجوز ترکها: أی سنة الفجر لعالم صار مرجعاً فی الفتوٰی (بخلاف باقی السنن) فله ترکها لحاجة الناس إلٰی فتواه، آه.

وفی الرد تحت قوله (فلها ترکها) الظاهر أن صلاة معناه أنه یترکها وقت اشتغاله بالافتاء لأجل حاجة الناس المجتمعین علیه وینبغی أنه یصلیها إذا فرغ فی الوقت وظاهر التفرقة بین سنة الفجر وغیرها أنه لیس له ترک صلاة الجماعة؛ لأنها من الشعائر فهی آکد من سنة الفجر ولذا جاز ترکها لو خاف فوت الجماعة وأفاد أنه ینبغی أن یکون القاضی و طالب العلم کذلک لاسیما المدرس أقول فی المدرس نظر بخلاف طالب العلم إذا خاف فوت الدرس أو بعضه، آه. (۱)

میں کہتا ہوں کہ شامی نے جو مدرس وطالب علم میں فرق کیا ہے، اس کا مقتضایہ ہے کہ طالب علم کو خوف فوت درس کے وقت تو ترکِ سنن غیر سنتِ فجر وجماعت جائز ہو؛ لیکن مطالعہ کی وجہ سے ان کا ترک جائز نہ ہو؛ کیوں کہ درس کے فوت کا تو بدل نہیں اور وہ دوسرے کے قبضہ میں ہے اور مطالعہ اپنی قبضہ میں ہے، دوسرے وقت بھی کرسکتا ہے؛ لیکن اگر ان لوگوں کے ترکِ سنن سے عوام الناس کو دینی ضرر ہو تو پھر اس کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم

۲۴/ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ (امدادالاحکام: ۲/۲۲۴-۲۲۵)

== (عن علقمة عن عبدالله مرفوعا: لله ثلاث أملاک: ملک موکل بالکعبة وملک موکل بمسجدی هذا وملک موکل بالمسجد الأقصی، فأما الموکل بالکعبة فینادی فی کل یوم من ترک فرائض الله خرج من أمان الله، وأما الموکل بمسجدی هذا فینادی کل یوم من ترک سنة محمد لم یرد الحوض ولم تدرکه شفاعة محمد، وأما الموکل بالمسجد الأقصی فینادی کل یوم من کانت طعمته حراما کان عمله مضروبا به حر وجهه. (الآلیء المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، کتاب المبتدأ: ۱/۸۵، دارالکتب العلمیةبیروت، انیس) والله أعلم

۲۵/شعبان ۱۳۴۲ھ (امدادالاحکام: ۲/۲۲۰)

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل بحث فی السنة: ۲/٤٥٤، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

سنن مؤکدہ تارک گناہ گار ہوگا:

سوال: امام مسجد لوگوں کو بتلاتا ہے کہ سنت مؤکدہ کا ادا کرنا یا بجالانا کوئی ضروری نہیں ہے، پڑھنا نہ پڑھنا مساوی ہے، اس کا حکم شرعی فرما کر مسئلہ کو روشن فرمادیں؟

(المستفتی:۱۵۲۱، سراج الدین صاحب ملتانی، ۱۲/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، ۲۲/جون ۱۹۳۷ء)

الجواب

سنن مؤکدہ کا تارک علی الدوام گنہگار اور تارک علی الاستخفاف کافر ہے،(۱) اور اگر ترک احیانا ضرورۃ یا کسی عذر سے ہوتو جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳/۳۱۹)

مسافر سنن مؤکدہ پڑھے گا، یا نہیں:

سوال: قصر نماز کے ساتھ سنت نماز پڑھنی ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

قصر نمازوں میں سنن مؤکدہ نہیں رہتیں، پڑھی جائیں، یا نہیں پڑھی جائیں، دونوں کا اختیار ہے؛ لیکن فجر کی سنت پڑھنے کی تاکید ہے؛ اس لیے وہ پڑھی جائے گی۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۸/۳/۱۳۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۰۰-۲۰۱)

---

(۱) رجل ترک سنن الصلوٰۃ ان لم یر السنن حقاً فقد کفر؛ لأنه ترکها استحساناً، وان رآها حقا فالصحیح أنه یأثم؛ لأنه جاء الوعید بالترک. (الفتاویٰ الهندیة، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۲، انیس)

(۲) الذی یظهر من کلام اهل المذهب أن الإثم منوط بترک الواجب أو السنة المؤکدة علی الصحیح لتصریحهم بأن من ترک سنن الصلوٰۃ الخمس قیل لا یأثم والصحیح أنه یأثم، ذکره فی فتح القدیر. (کذا فی رد المحتار)(کتاب الطهارة، مطلب فی السنه وتعریفها: ۱/۱۰٤، ط: سعید)

(۳) بعض فقہانے فجر کی سنت کی تاکید اور اہمیت کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ حالت سفر میں بھی فجر کی سنت پڑھی جائے گی اور بعض نے مغرب کی سنت کے سلسلہ میں بھی یہی بات کہی ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اگر مسافر اطمینان وقرار کی حالت میں ہوتو تمام سنن مؤکدہ پڑھے اور اگر خوف وسیر کی حالت میں ہوتو سنن مؤکدہ نہ پڑھے، خواہ فجر کی سنت ہو، یا مغرب کی، یہی افضل وبہتر ہے۔[مجاہد]

(ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار وإلا) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار، لأنه ترک لعذر-تجنیس- قیل إلا سنة الفجر. (الدر المختار) وفی الرد تحت (قوله هو المختار): وقیل الأفضل الترک ترخیصًا، وقیل الفعل تقربًا، وقال الهندوانی: الفعل حال النزول، والترک حال السیر، وقیل یصلی سنة الفجر خاصةً، وقیل سنة المغرب أیضًا، بحر، قال فی شرح المنیة: والأعدل ما قاله الهندوانی، آه. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/٦١٣، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

بغیر سنت پڑھے فرض نماز پڑھنا درست ہے:

سوال: ایک امام صاحب بوقت ظہر ٹھیک جماعت کے مقررہ ٹائم پر تشریف لائے، مقتدی دوسرے صاحب کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کرنے لگے، اتنے میں امام صاحب آ گئے اور بغیر سنت مؤکدہ پڑھے امام نے فرض پڑھا دیئے، عمرو کہتا ہے کہ اس طرح بغیر سنت پڑھے فرض نماز پڑھانا جائز نہیں اور نماز نہیں ہوتی، عمرو کا یہ کہنا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

بغیر سنت پڑھے فرض پڑھا دینے سے نماز ہو جاتی ہے، یہ کہنا کہ نماز جائز نہیں ہوئی، غلط ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی :۳/۳۲۱-۳۲۲)

سنتوں کی قضا کا حکم:

سوال: ایک شخص کی نماز، ظہر سے مغرب تک کی قضا ہوگئی تو وہ شخص صرف فرض نمازوں کی قضا پڑھے گا، یا سنتوں کی بھی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

فرض نمازیں اگر قضا ہو جائیں تو صرف فجر کی قضا اگر اسی دن دوپہر کے پہلے پڑھی جائے تو سنت کی بھی قضا پڑھنی چاہیے، دوسری نمازیں جو قضا ہوں تو ان کی سنت کی قضا نہیں ہے، صرف فرض نمازوں کی قضا کی جائے گی، عشا کی قضا میں وتر کی قضا بھی پڑھی جائے گی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۶۹/۷/۸ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۰۱-۲۰۲)

فرائض کے بعد کی سنتیں فوراً پڑھنا چاہیے، یا دیر بھی کر سکتا ہے:

سوال: فرضوں کے بعد جو نفل ہیں، فرضوں کے بعد فوراً پڑھے، یا جب تک وقت باقی ہے، پڑھ سکتا ہے؟

(۱) لحدیث عائشة رضی اللّٰه عنها أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعده.(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۸، ط:سعید)

(۲) ولم تقض إلا تبعًا)أی تقض سنة الفجر إلا تبعًا للفرض إذا فاتت مع الفرض و قضاها مع الجماعة أووحده؛لأن القیاس فی السنة أن لاتقضی لاختصاص القضاء بالواجب لکن ورد الخبر بقضائها قبل الزوال تبعًا للفرض وهوما روی أنه علیه الصلاة و السلام قضاها مع الفرض غداة لیلة التعریس بعد ارتفاع الشمس فیبقی ما رواه علی الأصل وفیما بعد الزوال اختلاف المشائخ وأما إذا فاتت بلا فرض فلا تقضی عندهما وقال محمد أحب إلیّ أن یقضیها إلی الزوال لمارویناه ولاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهیة النفل بعد الصبح وأما غیرها من السنن فلا تقضی وحدها بعد الوقت (تبیین الحقائق للزیلعی،باب إدراک الفریضة: ۱/۱۸۳،مکتبة امدادیة ملتان)

الجواب

جب تک وقت اس نماز کا ہے، ان نوافل کا وقت ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۷/۴) ☆

سنتیں کس وقت تک مؤخر کرسکتا ہے:

سوال: بعد فرضوں کے سنتوں کی تاخیر کس مقدار تک اچھا ہے اور کس مقدار سے زائد تاخیر مکروہ؟

الجواب

زیادہ تاخیر کو حنفیہ نے مکروہ فرمایا ہے اور زیادہ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ اذکار ماثورہ کی مقدار سے زائد ہو۔(۲)
والتفصیل فی رسالتنا النفائس المرغوبة واللّٰہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳۲۲/۳)

---

(۱) مگر اچھا یہ ہے کہ متصلاً پڑھ لے؛ کیوں کہ فقہا لکھتے ہیں:

”ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر ”اللّٰھم أنت السلام، إلخ“. قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد واختارہ الکمال، قال الحلبی: إن أرید بالکراھة التنزیھیة ارتفع الخلاف قلت و فی حفظی حملہ علی القلیلة. (الدرالمختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٤٩٤/١، ظفیر)

☆ **بعد فرض سنت میں تاخیر کس حد تک درست ہے:**

سوال: بعد فرض کے سنتوں کی تاخیر کس مقدار تک مستحب ہے اور کس مقدار سے زائد مکروہ ہے؟ حنفیہ کا مفتی بہ قول مع دلائل بیان فرمائیے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

”ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر ”اللّٰھم أنت السلام إلخ“. (الدرالمختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۹۴/۱، ظفیر)

لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ تقریبی امر ہے، اگر کچھ اس سے زیادہ بھی دعا وغیرہ ہوتو کچھ حرج نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ فصل بالاوراد میں کچھ مضائقہ نہیں، کما ھو معمول مشائخنا،

قال الحلوانی: ”لابأس بالفصل بالأوراد واختارہ الکمال“. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٢٤٧/٢، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۱/۴)

(۲) ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر اللّٰھم انت السلام، إلخ، قال الحلوانی: ”لابأس بالفصل بالأوراد واختار الکمال. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٢٤٦/٢-٢٤٧، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

☆ **فرض کے بعد اور سنت مؤکدہ سے پہلے تسبیح:**

سوال: ایک شخص بعد نماز فرائض قبل سنت تسبیح وآیة الکرسی پڑھتا ہے اور سنت مؤکدہ اس کے بعد ادا کرتا ہے ==

بعد فرض سنت گھر میں پڑھے، یا مسجد میں:

سوال: فرضوں کی سنتیں اپنے اپنے گھروں میں جا کر پڑھنی چاہیے، یا مسجد میں؟

الجواب

فی الشامی: ''لاتفاق کلمة المشایخ علیٰ أن الأفضل فی السنن حتیٰ سنة المغرب المنزل أی فلایکره الفصل مسافة الطریق''. (۱)

اس اخیر عبارت سے واضح ہوا کہ جو اخشع واخلص ہو، وہی افضل ہے، اگر مسجد میں پڑھنے میں خشوع زیادہ ہے اور اخلاص زیادہ ہے اور گھر جا کر پڑھنے میں خوف تاخیر وغیرہ ہے تو پھر مسجد میں پڑھنا ہی افضل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۱/۴)

سنن ونوافل کہاں پڑھنا افضل ہے:

سوال: سنن ونوافل مسجد ہی میں، یا مکان میں پڑھنا چاہیے، قول وعمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء مہدیین کیا ہے؟

== اور میں نے سنا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان نماز فرائض کے بعد دعا سلام پڑھتے تھے اور سنت مؤکدہ بہت جلد ادا کرتے تھے؛ کیوں کہ فرشتہ فرض اور سنت دونوں کو بدرگاہِ الٰہی لے جا کر پیش کرتے ہیں؟

الجواب

آیۃ الکرسی وتسبیحات کا پڑھنا قبل سنن بھی جائز ہے اور معمول بہا اکابر کا ہے۔ اور احادیث سے دونوں امر ثابت ہیں۔ **(عن المغیرة بن شعبة أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰة مکتوبة ''لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علیٰ کل شئ قدیر اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد. متفق علیه. (صحیح البخاری، کتاب الصلاة، قبیل باب الجمعة، باب الذکر بعد الصلاة: ۱۱۷/۱، قدیمی، انیس)**

''وعن علی قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیٰ أعواد هذا المنبر یقول: ''من قرأ آیة الکرسی فی دبر کل صلوٰة لم یمنعه من دخول الجنة إلا الموت الخ''. قال إسناده ضعیف. (مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الذکر بعد الصلاة، ص: ۸۹، قدیمی، انیس)

قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الکمال. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۹۴، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۹/۴)

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب هل یفارقه الملکان؟ تحت (قوله: واختاره الکمال): ۲۴۷/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

اور دوسرے موقعہ میں مذکور ہے:

''والأفضل فی النفل غیر التراویح المنزل، إلا لخوف شغل عنها والأصح أفضلیة ماکان أخشع وأخلص''. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۴۶۴/۲، دارالکتب العلمیة، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تحیۃ المسجد، تراویح، معتکف کے سنن ونوافل، نماز کسوف، سنت احرام اور واجب الطّواف کی دو رکعتیں اور قدوم مسافر، سنت قبل جمعہ اور وہ سنن جن کو مسجد میں نہ پڑھنے سے ان کے فوت ہونے کا خوف ہو، یہ سنن ونوافل مسجد ہی میں ادا کرنا چاہیے، باقی اپنی منزل میں ادا کرنا افضل ہے۔ (درمختار، ص:۸۵۴)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲/۷/۱۳۵۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۰۳)☆

---

(۱) والأفضل فی النفل غیر التراویح المنزل إلالخوف شغل عنها" (الدرالمختار)

(قوله غیر التراویح)أی لأنها تقام بالجماعة ومحلها المسجد،واستثنی فی شرح المنية أيضًا تحية المسجد،وهو ظاهر،أقول:ويستثنی أيضًا ركعتا الاحرام والطواف،فإن الأولٰی تصلّی فی مسجد عند الميقات إن كان،كما فی اللباب والثانية عند المقام،وكذا ركعتا القدوم من السفربخلاف إنشائه فإنها تصلی فی البيت كما يأتی،وكذا نفل المعتكف،وكذا ما يخاف فوتها بالتأخير،وكذا صلاة الكسوف؛لأنها تصلی بجماعة".(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الوتر و النوافل،مطلب سنة الوضوء: ٢/٤٦٤،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

☆ سنتیں مکان پر پڑھنا:

سوال: سنتیں مکان پر پڑھنے کی فضیلت ہے، یہ سنت قبلیہ اور بعد یہ دونوں کے لیے ہے، یا کیا؟

الجوابــــــــــــــــ

یہ حکم ہر دو سنن کے لیے ہے؛(عن زيدبن ثابت عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:أفضل صلاتكم فی بيوتكم إلا المكتوبة.(الجامع للترمذی،باب ماجاء فی فضل صلاة التطوع فی البيت: ١/١٠٢،قديمی،انيس) لیکن اگر بعد فرض کے مکان پر جانے میں راستہ میں یا مکان میں جا کر کچھ حرج واقع ہونے کا احتمال ہے اور امور دنیاوی میں مشغول ہوجانے کا اندیشہ ہے تو پھر مسجد ہی میں سنتیں پڑھ لیوے؛ کیوں کہ ایسا بھی ثابت ہے۔(عن زيدبن ثابت عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:أفضل صلاتكم فی بيوتكم إلا المكتوبة.(الجامع للترمذی،باب ماجاء فی فضل صلاة التطوع فی البيت: ١/١٠٢،انيس)

(الأفضل فی النفل غير التراويح المنزل إلا لخوف شغل منها والأصح أفضلية ماكان أخشع وأخلص. (الدر المختارعلٰی هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ٢/٤٦٤،دار الكتب العلمية،ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۲۰۷)

سنت گھر پر پڑھنا ہی افضل ہے:

سوال: میں سنت فجر گھر پر پڑھ لیتا ہوں اور مطابق روایت درمختار وغیرہ اسی کو افضل سمجھتا ہوں۔ مولوی اشرف علی کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع سنن مؤکدہ کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے؛ تا کہ ایہام یا تشبہ اہل بدعت سے نہ ہو، چوں کہ اس دیار میں تارکین سنت نہیں ہیں تو کیا یہاں بھی تشبہ اہل بدعت سے ہوگا، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــ

احادیث میں سنن ونوافل کے مکان میں ادا کرنے کی جو کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے وہ مشہور ومعروف ہے ==

سنتوں کا گھر میں پڑھنا افضل ہے:

سوال: بعد فرضوں کے سنتیں اپنے گھروں میں جا کر پڑھنی چاہئیں، یا مسجد میں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

سنن ونوافل کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے، یہی اصل حکم ہے، احادیث صحیحہ سے اور فقہ حنفی سے ثابت ہے۔

الأفضل فی السنن والنوافل المنزل، لقوله علیه السلام: صلاة الرجل فی المنزل أفضل إلاالمکتوبة،إلخ. (١)

عموم حدیث میں فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں داخل ہیں، ہاں تراویح بوجہ سنیت جماعت مستثنیٰ ہے۔

ذکر الحلوانی الأفضل أن یؤدی کله فی البیت إلاالتراویح. (٢) والله أعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ٣٢٢/٣-٣٢٣)

سنن ونوافل گھر میں افضل ہیں اور عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی:

سوال: بعد فرض کے سنن اپنے اپنے گھروں میں جا کر پڑھنی چاہیے؛ یا مسجد ہی میں؛ کیوں کہ مسجد سے کسی مصلی کا مکان پچاس گز، کسی کا سوگز اور کسی کا نصف فرلانگ اور ایک فرلانگ دور ہے اور ظاہر ہے کہ برما و گجرات وغیرہ میں ہر قوم کی عورتیں بے پردہ پھرا کرتی ہیں (سوائے مسلمان عورتوں کے) مسجد سے فرض پڑھ کر گھر کو جاتے ہوئے کسی دوست مسلمان، یا مشرک یا مشرکہ سے ملیں گے، کچھ نہ کچھ دنیا کی باتیں کریں گے، غرض کہ مسجد سے گھر تک پہنچتے پہنچتے کئی ایک فساد ہیں، کیا اس صورت میں سنن کا گھروں میں جا کر پڑھنا افضل ہے، یا مسجد ہی میں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

قال فی الدرالمختار: والأفضل فی النفل غیرالتراویح المنزل إلا لخوف شغل عنها،إلخ.

== اور فقہا نے بھی سوائے تراویح کے دیگر سنن ونوافل کے مکان میں پڑھنے کو افضل فرمایا ہے۔ **(عن عبدالله بن شقیق قال: سألت عائشة عن صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تطوعه فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظهر أربعاً... (الصحیح لمسلم، کتاب الصلاة، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً: ١/ ٢٥٢، قدیمی، انیس) / (والأفضل فی النفل غیرالتراویح المنزل إلا لخوف شغل عنها والأصح أفضلیة ما کان أخشع وأخلص. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٢/ ٤٦٤، دار الکتب العلمیة بیروت، ظفیر)**

اور حضرات اکابر حنفیہ مثل حضرت محدث وفقیہ گنگوہیؒ کا عمل اسی پر دیکھا گیا اور آپ کے اطراف میں جب کہ کوئی فرقہ اہل بدعت کا ایسا بھی نہیں ہے جو تارک سنن ہو تو پھر اس فضیلت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٢٠٨/٤-٢٠٩)

(١-٢) **الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل: ١١٣/١، ط: ماجدیة**

اورشامی میں ہے:

وحيث كان هٰذا أفضل يراعى مالم يلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبيته أو كان في بيته ما يشغل باله ويقلل خشوعه فيصليها حينئذ في المسجد؛ لأن اعتبار الخشوع أرجح، إلخ.(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سنن ونوافل کے لئے گھر افضل ہے؛(۲) لیکن اگر راستہ میں یا گھر میں یہ خوف ہو کہ دل پریشان ہوجاوے گا اور خشوع حاصل نہ ہوگا، یا تکلم بکلام غیر ضروری کی وجہ سے نقصان ثواب میں ہوگا تو ایسی صورت میں مسجد میں پڑھنا افضل ہے؛ اس لیے کہ زیادہ تر لحاظ خشوع وخضوع کا ہے، جس جگہ یہ حاصل ہو، وہ افضل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۲۲۷)

مسجد میں سنت ادا کرنا:

سوال: گھروں میں جو مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے، اس میں نماز اوابین وتہجد وغیرہ پڑھی جائے، یا پنجگانہ سنن مؤکدہ، یا غیر مؤکدہ اور نفل بھی پڑھنی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ سنن مؤکدہ خاص کر قبلیہ بھی مکان پر پڑھیں؛ لیکن اگر فوت ہونے کا احتمال ہو تو مسجد میں پڑھیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۷/۲۰۱-۲۰۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ٤١٤، دار الكتب العلمية بيروت، ظفير

(۲) عن زيد بن ثابت عن النبي صلى الله عليه و سلم قال: أفضل صلاتكم في بيوتكم إلا المكتوبة. (الجامع للترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء في أفضل الصلاة التطوع في البيت: ۱/ ۱۰۲، قديمي، انيس)

(۳) عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم، ولا تتخذوها قبورًا". (صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب التطوع في البيت: ۱/ ۱۵۸، قديمي)

"عن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أفضل صلا تكم في بيوتكم إلا المكتوبة". (سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء في فضل صلاة التطوع في البيت: ۱/ ۱۰۲، سعيد)

"(قوله: والأفضل في النفل) ... وأخرج أبوداؤد: "صلاة المرء في بيته أفضل من صلا ته في مسجدی هٰذا، إلا المكتوبة". (وتمامه في شرح المنية، وحيث كان هٰذا أفضل يراعى ما لم يلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبيته، أو كان في بيته ما يشغل باله ويقلل خشوعه، فيصلها حينئذٍ في المسجد؛ لأن اعتبار الخشوع أرجح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۲۲، سعيد)

سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسنون ہے:

سوال: **ما قولکم رحمکم اللّٰہ** کہ یہاں دوفرقہ ہوگیا ہے، ایک یہ فرقہ کہتا ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر **اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام،الخ،** یا اس کے برابر کوئی دعا سے زائد مکروہ ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حدیث سے جو دعائیں اوراذکار ثابت ہیں، ان کا بعد فرضوں کے پڑھنا سنت ہے، چاہے طویل ہو اور بعد دعا کے سنت اورنفل گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے، اگر چہ گھر دور ہو۔ غرضکہ اس مقدار سے زائد تاخیر کو کوئی مکروہ کہتا ہے اورکوئی سنت، سوال یہ ہے کہ شامی کی عبارت ''**إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحًا علٰی فعل البدعة**''(۱) کے مطابق یہ مقدار سے زائد تاخیر بدعت ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

إذا تردد الحکم،إلخ، سے مراد یہ ہے کہ کسی فعل کے سنت، یا بدعت ہونے میں ایسا تردد ہو کہ کسی جہت کو ترجیح نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں احتیاطاً ترک سنت راجح ہوگا فعل بدعت سے؛ لیکن اگر دلیل سے کسی جانب کی ترجیح ثابت ہو جائے تو اس راجح امر کو اختیار کرنا متعین ہے اورصورت مذکورہ فی السوال میں روایات صحیحہ کثیرہ سے صراحت ثابت ہے کہ فرائض کے بعد **اللّٰھم أنت السلام،الخ،** سے زائد مقدار کی دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں، اسی طرح نوافل کو گھر میں پڑھنے کا استحباب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اوراس خصوص میں کوئی حدیث اس کے معارض بھی نہیں ہے تو یقیناً راجح یہی ہے کہ بعد فرائض اذکار وادعیہ ماثورہ پڑھ کر گھر جا کر سنن ونوافل پڑھنا مسنون ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳/۳۱۳،۳۱۴)

سنت وفرض کے درمیان دنیاوی باتیں اوراس کا حکم:

سوال: زید سنت فجر اورسنت ظہر اورفرضوں کے درمیان کلام دنیاوی کرتا ہے تو سنتوں کا اعادہ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس میں ثواب کم ہوجاتا ہے، سنتوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں، وفیہ اختلاف۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۲۰۱) ☆

---

(۱) رد المحتار،باب ما یفسد الصلاة ومایکرہ فیها،مطلب،مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة: ۱/۶۴۲، ط:سعید

(۲) عن جابر قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:إذا قضی أحدکم الصلاة فی مسجدہ فلیجعل لبیته نصیبًا من صلاته فإن اللّٰہ جاعل فی بیته من صلاته خیرًا.(الصحیح لمسلم،کتاب الصلاة،باب استحباب النافلة فی بیته: ۱/۲۶۵،قدیمی کتب خانة)

(۳) ولو تکلم بین السنة و الفرض لایسقطها ولٰکن ینقص ثوابها) وقیل تسقط.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،کتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل : ۲/۴۶۱،دار الکتب العلمیة بیروت، انیس) ==

فرض جہاں پڑھے وہاں سے الگ ہوکر نفل پڑھنا کیسا ہے:

سوال: احادیث سے فرضوں کے بعد جگہ بدل کر سنت نفل پڑھنا مسجد میں ثابت ہوتا ہے، یا نہ؟ بعد فرضوں کے جگہ بدل کر سنت نفل پڑھنا جو مسنون ہے، یہ صرف مسجد کے لیے ہے، یا گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لیے بھی مسنون ہے؟

الجواب

قال فی الدر المختار وفی الجوهرة: ويكره للإمام التنفل فی مكانه لا للمؤتم، وقيل يستحب كسر الصفوف. وفی الخانية: يستحب للإمام التحول ليمين القبلة يعنی يسار المصلی، إلخ.

وفی ردالمحتار: تحت (قوله: لا للمؤتم): ومثله المنفرد لما فی المنية وشرحها، أما المقتدی والمنفرد فإنهما إن لبثا أو قاما إلى التطوع فی مكانهما الذی صليا فيه المكتوبة جاز والأحسن أن يتطوعا فی مكان اٰخر (قوله: وقيل يستحب كسر الصفوف): ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل فی الصلاة البعيد عن الإمام. وذكره فی البدائع والذخيرة عن محمد ونص فی المحيط علىٰ أنه السنة، كما فی الحلية، إلخ. (۱)

ان عبارات سے واضح ہے کہ عند الحنفیہ بھی کسر صفوف اور آگے پیچھے ہٹ کر سنت ونفل پڑھنا مستحب ہے اور شامی کی عبارت سے جو منفرد کے بارے میں ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکان میں نماز پڑھنے والے کے لیے بھی تطوع فی مکان آخر بہتر ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۹/۴-۲۳۰)

☆ سنت وفرض کے درمیان دنیاوی باتیں موجب نقص ثواب ہیں:

السوال: هل الكلام الدنيوی بين السنة التی قبل الظهر والتی قبل الفجر وبين فرضيهما مفسد للسنة أم موجب لإنحطاط ثواب السنة؟ وأيضاً الأكل والشرب؟ (خلاصۂ سوال: کیا فجر وظہر سے پہلے والی سنتوں اور ان کے فرضوں کے درمیان دنیاوی باتیں کرنا سنت کو فاسد کر دیتا ہے یا سنت کے ثواب کو کم کر دیتا ہے؟ اسی طرح کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟)

الجواب

موجب لنقص الثواب لا مفسد لها. قال فی الدرالمختار: "ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها". (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ٤٦١/٢، دارالكتب العلمية بيروت، انيس) فقط (خلاصہ: اس سے ثواب کم ہوتا ہے سنت فاسد نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختار میں فرمایا ہے۔) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۳/۴)

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل فی القراءة: ٤٩٥/١، ظفير

(۲) أن نافع بن جبير أرسله الى السائب بن أخت نمر عن شيئ رآه منه معاوية فی الصلاة؟ فقال: نعم، صليت معه الجمعة فی القصورة فلما سلم الامام قمت فی مقامی فصليت فلما دخل أرسل فقال: لا تعد لما فعلت إذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلوٰة حتىٰ تكلم أو تخرج فان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أمرنا بذلك أن لا توصل صلوٰة بصلوٰة حتىٰ نتكلم أو نخرج. (الصحيح لمسلم، كتاب الجمعة، فصل فی النهی عن أيصال صلاة بصلاة: ٢٨٨/١، قديمی، انيس)

فرض نماز کے بعد بلا جگہ بدلے سنت پڑھنا کیسا ہے:

سوال: امام فرض نماز پڑھا دینے کے بعد مصلّٰی ہی پر نماز سنت مؤکدہ، یا غیر مؤکدہ پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟ مغرب کی فرض نماز پڑھا دینے کے بعد امام ضروری تسبیح وتہلیل پڑھنے میں (جس کی فضیلت آئی ہے) مشغول ہوجاتے ہیں اور مقتدی لوگ صف اول میں اپنی سنت وغیرہ پڑھنا شروع کردیتے ہیں، بایں وجہ امام کا ہٹنا مانع ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں امام اپنی جگہ پر سنت مؤکدہ وغیرہ پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جن فرض نمازوں کے بعد سنت ہے، ان فرضوں کے بعد متصلاً ہی سنت پڑھنا اولیٰ ہے، تسبیح اور تہلیل بعد میں پڑھنا بہتر ہے، اور سنت پڑھنے میں جگہ بدل دینا بھی بہتر ہے اور صورت مذکورہ میں امام صاحب کے لئے بہتر ہے کہ نماز کے بعد متصلاً جگہ بدل کر سنت پڑھیں، اگر انہوں نے جگہ تبدیل کئے بغیر اور تسبیح وتہلیل کے بعد سنت پڑھی تو بھی جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۱/۹/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۳۸)

فرض اور سنت علاحدہ جگہ پر پڑھنا مستحب ہے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منقول از الجواب المتین مصنفہ مولانا سید اصغر حسین صاحب مطبوعہ احمدی پریس، ص:۱۹

حدیث اول: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ جب فرض کے بعد سنت ونفل پڑھو تو ذرا آگے پیچھے، یا دائیں بائیں کو ہٹ جاؤ۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

حدیث دوم: حضرت علی نے فرمایا ہے کہ مسنون یہ ہے کہ امام نفل وسنت نہ پڑھے جب تک کہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائے۔ (ابن ابی شیبہ وابوداؤد از مغیرۃ منقطعًا)

سوال یہ ہے کہ کیا احادیث مذکورہ سے بعد فرضوں کے جگہ بدل کر سنت ونفل پڑھنا مسنون ہے اور یہ مسجد کے لیے ہے، یا گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لیے بھی ہے؟

---

(۱) فإن كان بعدها)أى بعد المكتوبة(تطوع يقوم إلى التطوع)بلا فصل إلامقدارمايقول اللهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذاالجلال والاكرام(ويكره تأخير السنة عن حال أداء الفريضة)بأكثرمن نحو ذلك القدر...''(فإذا قام) الإمام (إلى التطوع لايتطوع فى مكانه) الذى صلى فيه الفريضة (بل يتقدم أوينحرف يمينا أوشمالا).(غنية المستملى ،ص:۳۴۱-۳۴۲)

الجواب______________

فرض کی جگہ سے علاحدہ ہوکر سنن ونوافل پڑھنے کا استحباب اس بنا پر ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لیے دو مقام گواہ بن جائیں، یا فرائض ونوافل میں امتیاز ہوجائے اوراس بنا پر یہ استحباب مسجد کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ مکان و مسجد دونوں میں پایا جائے گا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی :۳۱۳/۳)

فرض اورسنت الگ الگ جگہوں میں پڑھنا ضروری نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۸/فروری ۱۹۳۵ء)

سوال: جس جگہ نماز سنت پڑھی جاتی ہے، اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ فرض نماز پڑھنا کیا شرعی حکم ہے، یا نہیں؟

الجواب______________

جس جگہ سنت نماز پڑھی جائے، فرض کے لیے اس جگہ سے ہٹنا ضروری نہیں ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی :۳۲۳/۳)

امام کے محراب سے ہٹ کر سنت پڑھنے کی وجہ کیا ہے:

سوال: امام کا مصلّی جماعت سے علاحدہ ہوکر سنت ونوافل ادا کرنے کی اصل علت کیا ہے؟ اگر اس مصلی پر سنت ونوافل ادا کرے تو کیسا ہے؟

الجواب______________

اب اصل علت ارتفاع اشتباہ ہے اور یہ بہتر ہے کہ بصورت اشتباہ علاحدہ ہوکر سنن ونوافل پڑھے؛(۳) لیکن اگر اس

---

(۱) ویکره الإمام التنفل فی مکانه لا للمؤتم. (الدرالمختار)

وفی الشامية: "أما المقتدی والمنفرد فإنهما إن لبثا أوفأما إلى التطوع فی مکانهما الذی صليا فيه المکتوبة جازو الأحسن أن يتطوعا فی مکان آخر، إلخ. (الدرالمختارمع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل فی القراء ة: ۲۴۸/۲، دار الکتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) أما المقتدی والمنفرد فإنهما إن لبثا أوقاما إلى التطوع فی مکأنهما الذی صليا فيه المکتوبة جاز، إلخ. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فيما ... على العدو فی التسبيح عقب الصلاة: ۲۴۸/۲، دار الکتب العلمية بيروت/ ۲۴۸/۲، دار الفکر بيروت، انيس)

جہاں فرض پڑھے ہیں وہاں سنت پڑھ سکتا ہے، تو سنت والی جگہ پر بطریق اولی فرض پڑھنا جائز ہے۔

(۳) عن معاوية أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرنا بذلک أن لا نوصل صلاة بصلاة ==

مصلّٰی پر پڑھےتو یہ بھی درست ہے؛لأن بالسلام یحصل الفصل اور جواصل علت احادیث(۱) میں مذکور ہے کہ ”خلط فرائض بالنوافل واحتمال زیادة فریضة“ وہ اب باقی نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۲/۴-۲۱۳)

امام کا مصلی پر ہی سنن ونوافل پڑھنا:

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام کو مصلیٰ پر جماعت کی نماز پڑھانے کے بعد خود کی سنت ونوافل پڑھنا مکروہ فعل ہے، یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

ایک قول یہ بھی ہے؛مگر غیر مفتیٰ بہ ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۲۰۱/۷)

دو شفعہ والی سنتوں میں قرأت:

سوال: سنن مؤکدہ ذی شفعین کے ہر شفعہ میں قرأت واجب ہے، یا ہر شفعہ اولیٰ میں؟

== حتى نتكلم أو نخرج.(مشكوة،باب السنن،وفضائلها،الفصل الثالث)(الصحيح لمسلم،كتاب الجمعة، فصل في النهي عن إيصال صلاة بصلاة: ٢٨٨/١،رقم الحديث:٨٨٣،انيس)

ويكره للإمام التنفل في مكانه لا للمؤتم، وقيل يستحب كسر الصفوف.وفي الخانية: يستحب للإمام التحول ليمين القبلة يعني يسار المصلي لتنفل أوورد.وخيره في المنية بين تحويله يميناً وشمالاً وأماماً وخلفاً وذهابه لبيته،الخ. (الدر المختار)

(قوله ويكره للامام التنفل في مكانه بل يتحول،الخ):وكذا يكره مكثه قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لاتطوع بعدها ... و الكراهة تنزيهية،كما دلت عليه عبارة الخانية ... وقال: لأن المقصود من الانحراف هو زوال الاشتباه أي اشتباه أنه في الصلٰوة.(الدرالمختارمع رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،قبيل فصل في القراءة:٢٤٨/٢،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۱) الصحيح لمسلم،كتاب الجمعة،فصل في النهي عن إيصال صلاة بصلاة،رقم الحديث:٨٨٣،انيس

(۲) اصل علت ارتفاع اشتباہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ بصورتِ اشتباہ علاحدہ ہوکر سنن ونوافل پڑھے؛لیکن اگر اس مصلی پر پڑھے تو یہ بھی درست ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، باب مسائل سنن مؤکدہ:۲۱۲/۴،مکتبہ امدادیہ)

”ويكره للإمام التنفل في مكانه لا للمؤتم“.(الدرالمختار)

”(قوله:ويكره،إلخ)،بل يتحول مخيراً كما يأتي وكذا يكره مكثه قاعداً في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها كما في شرح المنية عن الخلاصة،والكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانية ... وقال:لأن المقصود من الانحراف وهوزوال الاشتباه:أي اشتباه أنه في الصلاة“.(الدر المختارمع ردالمحتار،كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة:٥٣١/١،سعيد)

الجواب

چاروں رکعت میں قرأت واجب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۲/۴)

فجر ومغرب کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور اخلاص پر مداومت:

سوال: کیا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز فجر ومغرب میں؛ یعنی سنتوں میں رکعت اولیٰ میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ اور رکعت ثانیہ میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھا کرتے تھے؟ اگر کوئی اس پر مداومت کرے تو نماز مکروہ ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

ہمیشہ ایسا نہیں ہوا؛ کیوں کہ حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ سنتوں میں کبھی آپ نے سورۂ کافرون اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی ہے،(۱) اور کبھی ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ (الآية) اور ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا﴾ (الآية) پڑھی

(۱) (وتفرض القراءة) عملاً (فی رکعتی الفرض)...(وکل النفل) للمنفرد ولأن کل شفع صلاة...وکل (الوتر) احتیاطًا. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۴۷۴/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، ظفیر)

☆ **شفعہ کسے کہتے ہیں:**

سوال: ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علاحدہ علاحدہ پڑھنا بدعت ہے تو جواب طلب امور یہ کہ شفعہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب ــــــــ حامدًا ومصلیاً

دو رکعت کو (فی المنجد: "الشفعة من الضحیٰ" چاشت کی دو رکعتیں"۔ (المنجد عربی اردو، مادہ "شفع"، ص:۵۳۴، دارالاشاعت کراچی)

وفی القاموس الوحید: "الشفعة" چاشت کی دو رکعتیں"۔ (القاموس الوحید، مادہ "شفع"، ص:۸۷۴، ادارہ اسلامیات) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۲۲۱/۷)

(۲) عن عبد اللّٰه بن مسعود أنه قال: ما أحصی من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقرأ فی الرکعتین قبل صلاة الفجر بـ﴿قل یأیها الکافرون﴾ و﴿قل هو اللّٰه أحد﴾. (الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الرکعتین بعد المغرب والقراء فیهما: ۹۸/۱، قدیمی، أنیس)

عن ابن عباس قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقرأ فی رکعتی الفجر قولوا آمنا باللّٰه وما أنزل إلینا والتی فی آل عمران تعالوا إلیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم الآیة. (الصحیح لمسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتی سنة الفجر ... وبیان ما یستحب أنه یقرأ فیهما: ۲۵۱/۱، قدیمی، انیس)

عن قتادة عن أنس بن مالک رضی اللّٰه عنه قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقرأ فی رکعتی الفجر بـ﴿قل یا أیها الکفرون﴾ و﴿قل هو اللّٰه أحد﴾. (شرح معانی الآثار للطحاوی، باب القراءة فی رکعتی الفجر: ۲۰۹/۱، ثاقب بکڈپو دیوبند، انیس)

ہے، **کما ورد فی الحصن الحصین.** اوراگرکوئی شخص یہی دونوں سورتیں صبح کی سنتوں میں مستحب سمجھ کر پڑھے تو کراہت نہیں ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ کبھی اور کوئی سورہ، یا ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ (الآیة) وغیرہ پڑھ لیا کرے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۴/۴)

سنتوں میں قرأت جہری بہتر ہے، یا سرّی:

سوال: نوافل وسنن خاموشی سے پڑھنا بہتر ہے، یا گنگنا کر؛ تا کہ خیالات سے نجات ملے؟

الجواب

دن کی نفلوں اور سنتوں میں آہستہ پڑھنا چاہیے، جہر نہ کرے اور نہ گنگناوے، البتہ رات کی نفلوں میں اختیار ہے کہ خواہ جہر کرے، یا آہستہ پڑھے۔

درمختار میں ہے:

(کمتنفل بالنهار)فإنه یسرّ(ویخیر المنفرد فی الجهر) ... (إن أدیٰ) ... (کمتنفل باللیل منفردًا،إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۹/۴-۲۴۰)

☆ ☆ ☆

(۱) وکره عندنا وعند مالک تعیین سورة : أی غیر الفاتحة لصلاة من الصلوات ،الخ، وقید الطحاوی والإسبیجابی الکراهة فیما اعتقد أن الصلاة لاتجوزبغیرها وأما إذا لم یعتقد ذلک ولازمها بسهولتها علیه أوتبرکا بقراءة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إیاها کقراءة ﴿سَبِّحِ اسْمَ﴾و﴿قُلْ يٰأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾والإخلاص فی الوترو قراءة الکافرون والإخلاص فی سنة الفجروالمغرب ،الخ، فلایکره بل یکون حسناً فترکه مطلقاً غیرمستحسن ،إلخ. (شرح نقایة،فصل فی القراءة: ۸۳/۱)

(۲) الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل فی القراءة: ۴۹۸/۱،ظفیر

سنت فجر کے مسائل

طلوعِ فجر کے بعد ادائے فرض سے پہلے نفل پڑھنا:

سوال: کیا فجر کا وقت شروع ہو جانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے بھی کوئی نوافل نہیں پڑھی جاسکتیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس وقت کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے، فجر کی سنتیں پڑھنا منع نہیں: بلکہ ان کی تائید آئی ہے۔(ردالمحتار)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۹/۷-۲۴۰)

اذان فجر سے قبل سنت فجر پڑھنے کا حکم:

سوال: زید نے غلط فہمی سے اذان فجر سے قبل سنت پڑھ لی، بعد میں معلوم ہوا کہ اذان نہیں ہوئی ہے تو کیا زید کو دوبارہ سنت پڑھنی پڑے گی، یا سنت ادا ہوگئی؟ ایک شخص کہتا ہے کہ پھر سے سنت پڑھنی پڑے گی؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر نماز کا وقت یعنی طلوع صبح صادق کے بعد سنت پڑھی ہو تو ادا ہوگئی اور اگر اس سے قبل ہی پڑھ لی ہو تو ادائیگی نہیں ہوئی، وقت ہونے پر لوٹانا چاہیے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۴/۹/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۳۹/۲-۴۴۰)

---

(۱) (كذا) الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه (بعد طلوع فجر سوىٰ سنته)لشغل الوقت به تقديراً،حتىٰ لو نوىٰ تطوعاً،كان سنة الفجر بلا تعيين".(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۳۷۵/۱، سعيد)

عن ابن عمر عن حفصة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين خفيفتين. (الصحيح لمسلم،باب استحباب ركعتي الفجر والحث عليهما وتخفيفهما والمحافظة عليها وبيان ما يستحب أن يقرأ فيها: ۱/ ۲۵۰،انيس)

(۲) فلو تهجد بركعتين بظن بقاء الليل فتبين أنهما بعد الفجر كانتا عن السنة على الصحيح فلا يصليها بعده للكراهة، أشباه.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،قبيل مطلب فى تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۳۷/۲،دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا:

سوال: میں کبھی کبھی کھانا کھا کر اور کبھی قبل فجر تھوڑی دیر جب جماعت میں دیر ہوتی ہے تو بوجۂ کمزوری لیٹ جاتا ہوں، مسجد میں اعتکاف کی نیت سے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جماعت کی انتظار میں سنتیں پڑھ کر، یا پہلے مسجد میں جب کہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھنا دشور ہو، کچھ دیر کے لیے لیٹ جانے میں مضائقہ نہیں، خاص کر اعتکاف کی نیت کر کے؛ مگر اسی طرح ہو کر کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۸/۵-۶۲۹)

اقامت کے بعد فجر کی سنت کب تک پڑھ سکتا ہے:

سوال: اقامت کے بعد سنتیں فجر کی کب تک پڑھ سکتا ہے؟ اگر سنت نہ پڑھی اور شریک جماعت ہو گیا تو پھر کس وقت سنت پڑھنا چاہیے اور بعد اقامت کے کس جگہ سنت پڑھے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

صبح کے فرضوں کی تکبیر ہونے کے بعد بھی سنتیں صبح کی پڑھنی چاہئیں؛ لیکن اس جگہ نہ پڑھے، جس جگہ فرض ہو رہے ہیں؛ بلکہ اگر جماعت اندر مسجد کے ہے تو باہر فرش پر؛ بلکہ علاحدہ فرش سے اگر کوئی جگہ ہو تو وہاں سنتیں پڑھ کر شامل جماعت فرض میں ہو جاوے، اگر ایک رکعت فرض کے ملنے کی بھی امید ہے، تب بھی سنتیں پڑھ لے اور بعض نے فرمایا التحیات مل جاوے، تب بھی پڑھے۔ (۱)

بہر حال چونکہ تاکید صبح کی سنتوں کی زیادہ ہے؛ اس لیے ان کو نہ چھوڑے؛ لیکن اس جگہ نہ پڑھے، جس جگہ جماعت فرض کی ہو رہی ہے۔ (۲) اور اس بارے میں آثار صحابہؓ موجود ہیں اور تحقیق اس کی شرح منیہ میں ہے اور اگر سنتیں نہ

(۱) وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) ... (وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب وقيل التشهد واعتمده المصنف والشرنبلالي تبعاً للبحر. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۵۱۰، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) لايتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها لأن ترك المكروه مقدم علىٰ فعل السنة. (الدرالمختار)

(قوله: باب المسجد) أي خارج المسجد ... فإن لم يكن علىٰ باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۵۱۰-۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

پڑھے اور امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو بعد فرض کے قبل طلوع شمس سنتیں نہ پڑھے، بعد آفتاب نکلنے اور بلند ہونے کے اگر پڑھے اختیار ہے؛(۱) کیوں کہ اب وہ نفل ہے، چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۹/۴)

اقامت کے بعد فجر کی سنتوں کا حکم:

سوال: فجر کی جماعت شروع ہو چکی ہے اب فجر کی سنت پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں: ایسے وقت میں سنت پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، حنفی لوگ جو ایسا کرتے ہیں، وہ غلط کرتے ہیں، حدیث کے خلاف ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح معانی الآثار میں ایک جلیل القدر صحابی کا اثر نقل کیا ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد پہونچے کہ نماز فجر شروع ہو چکی تھی، انہوں نے دروازہ مسجد پر سنتیں پڑھیں، پھر جا کر جماعت میں شریک ہو گئے،(۳) جو

---

(۱) وعن ابن مسعود أنه دخل المسجد وقد أقيمت صلاة الصبح فركع ركعتي الفجر الٰى أسطوانة بمحضر حذيفة وأبي موسٰى قال ابن بطال وروى مثله عن عمربن الخطاب وأبي موسٰى قال ابن بطال وروى مثله عن عمر بن الخطاب وأبي الدرداء وابن عباس رضى الله عنه وعن ابن عمر أنه الى المسجد لصلاة الصبح فوجد الامام يصلي فدكل بيت حفصة فصليي ركعتين ثم دخل في صلاة الامام.(عمدة القاري،كتاب الصلاة،باب أقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة:۲۸۹/۸،شاملة،انيس)

والوعيد علٰى ترك الجمعة أشد منه علٰى ترك ركعتي الفجر علٰى ما يعرف في موضعه إذا تركها فعندهما لا تقضى أصلا لا قبل طلوع الشمس لكراهة النفل فيه ولا بعده الاختصاص القضاء خارج الوقت بالواجبات الا ماورد به شرع والشرع انما ورد في قضاء ركعتي الفجر عند فوتها مع الفرض قبل الزوال كما في غداة ليلة التعريس ولم يرد عن قضائها اذا فاتت وحدها ولا اذا فاتت مع الفرض بع الزوال وقال محمد أحب الى أن أقضيها اذا فاتت وحدها بعد طلوع الشمس قبل الزوال.(غنية المستملي،كتاب الصلاة،فصل في النوافل تحت فروع،ص:۳۹۷، انيس))

(۲) وأما لوفاتت وحدها فلا تقضٰى قبل طلوع الشمس ...و قال أحب الى أن يقضيها الى الزوال ... لأن قوله أحب قوله أحبّ إلي: دليل علٰى أنه لم يفعل لا لوم عليه إلخ وقال: الخلاف في أنه لوقضٰى كان نفلاً مبتدأً أوسنة. (رد المحتار،باب ادراك الفريضة،مطلب هل الاساء ة دون الكراهة أو أفحش:۵۱۲/۲،دارالكتب العلمية بيروت،ظفير)

(۳) حدثني عبد الله بن أبي موسٰى عن أبيه أنه حين دعا هم سعيد بن العاص: دعا أبا موسٰى وحذيفة وعبد الله بن مسعود رضي اللّٰه تعالٰى عنهم قبل أن يصلي الغداة،ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلاة،فجلس عبد الله إلٰى أسطوانة من المسجد فصلى الركعتين،ثم دخل في الصلاة،فهٰذا عبد الله قد فعل هٰذا ومعه حذيفة أبوموسٰى لاينكر أن ذلك عليه،فدل ذلك علٰى موافقتهما إياه".(شرح معاني الآثار للطحاوي،باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر ولم يكن ركع أيركع أولايركع:۲۵۵/۱،انيس)

حدثنا يزيد بن النحوي عن أبي مجلزقال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمررضي الله عنهما ==

صاحب اس کو غلط کہتے ہیں، شاید ان کی نظر سے یہ چیز نہ گزری ہو، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے، جس میں حنفیہ کی تائید میں حدیث اور اس کے معارض سے پوری بحث کر کے مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۴/۷)

اگر جماعت ہورہی ہو تو فجر کی سنت کب پڑھے:

سوال: اگر جماعت فجر کی ہورہی ہے تو سنت پڑھے، یا جماعت میں شریک ہو جاوے اور اگر شریکِ جماعت ہو گیا تو وقت ضرورت کے سنت بعد نماز ادا کرے، یا بعد طلوعِ آفتاب؟

الجواب

سنت فجر بعد شروع ہونے جماعت کے، اگر کوئی جگہ علاحدہ مسجد کے ہو، پڑھ لے؛ کیوں کہ ان کی تاکید بہت وارد ہے، بشرطیکہ جماعت میں شرکت کی توقع ہو اور اگر سنت فجر نہ پڑھ سکا تو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے، فرض کے بعد متصل نہ پڑھے؛ بلکہ بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور اپنے وقت سے ٹل کر سنت مؤکدہ مؤکدہ نہیں رہتی؛ مگر بعد طلوع آفتاب کے پڑھ لینا بہتر ہے۔ (هٰكذا فى كتب الفقة) فقط

کتبہ رشید احمد عفی عنہ (مندرجہ فتاویٰ دارالعلوم (دیوبند) ص: ۳۲۶، ج: ۴ (دیوبند: ۱۳۸۴ھ) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۸۱) ☆

== وابن عباس رضى الله عنهما والإمام يصلى فأما ابن عمر رضى الله عنهما فدخل فى الصف وأما ابن عباس رضى الله عنهما فصلىٰ ركعتين ثم دخل مع الإمام فلما سلم الإمام قعد ابن عمر مكانه حتىٰ طلعت الشمس فقام فركع ركعتين، فهٰذا ابن عباس قد صلىٰ الركعتين فى المسجد والإمام فى صلاة الصبح. (شرح معانى الآثار للطحاوى، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام فى صلاة الفجر ولم يكن ركع أيركع أو لا يركع: ۲۵۵/۱-۲۵۶، انیس)

(۱) لم أجد الرسالة المشار إليها

☆ **ملفوظ**: جب تکبیر فجر کے فرض کی ہو تو سنت چھوڑ کر فرض میں شریک ہو جاوے؛ مگر جو سنت کو ایسی جگہ پڑھ سکے کہ سب کی نظر سے غائب ہو اور جماعت کی ایک رکعت بھی مل جائے تو سنت پڑھ کر شریک ہو، مسجد میں سنت ہرگز نہ پڑھے اور سنت رہ جاویں تو بعد آفتاب چڑھنے کے چاہے پڑھ لیوے، ورنہ ضرورت نہیں۔ (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۶)

ایک رکعت ملنے کی امید پر جماعت فجر کے وقت سنت فجر درست ہے، یا نہیں:

سوال: شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ اگر فجر کے فرض کی ایک رکعت امام کے ساتھ مل جانے کی امید ہو تو سنتیں ترک نہ کرے، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ جب امام قرأت شروع کر دیتا ہے تو سنت فجر کا پڑھنا حرام ہے، جہاں تک امام کی آواز جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ صحیح ہے کہ اگر فرض با جماعت فجر کی ایک رکعت؛ بلکہ عند المحققین تشہد بھی مل سکے تو علاحدہ ہو کر سنتیں ادا کر کے ==

فرض ایک رکعت مل جائے تو فجر کی سنت ادا کرے:

سوال: ایک شخص بوقت فجر مسجد میں آتا ہے اور آگے جماعت ہورہی ہے، اب وہ پہلے سنتیں ادا کرے، یا جماعت میں شریک ہوجائے؟

(المستفتی: ۴۱۱، سید محبوب حسن (نرائن گڈھ ضلع انبالہ) ۲۶/جمادی الثانیہ ۱۳۵۳ھ، ۶/اکتوبر ۱۹۳۴ء)

الجواب

فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد کسی علاحدہ جگہ میں سنتیں ادا کرنے کا اتنا موقع مل جائے کہ سنت ادا کرکے فرض کی ایک رکعت مل سکے گی تو سنتیں ادا کرکے جماعت میں شریک ہو اور اگر کوئی علاحدہ جگہ میسر نہ ہو، یا ایک رکعت فرض ملنے کی امید نہ ہو تو جماعت میں شریک ہوجائے اور جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں نہ پڑھے، سورج نکلنے کے بعد چاہے تو پڑھ لے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۱)

== پھر شامل جماعت ہوجاوے۔(كذا في الدر المختار والشامي)(وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب وقيل التشهد واعتمده المصنف والشرنبلالي تبعاً للبحر لكن ضعفه في النهر ،(لا)يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها.(الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب إدراك الفريضة: ۲/ ۵۱۰ـ۵۱۱،دار الكتب العلميه بيروت)

اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کی جماعت شروع ہونے کے بعد مطلقاً سنتیں صبح کی پڑھنی حرام ہیں، وہ حنفی نہیں ہیں اور ان کو مذہب حنفی کی خبر نہیں ہے، حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ سنتیں پڑھ کر شامل جماعت ہو؛ مگر حتی الوسع جماعت سے علاحدہ ہو کر پڑھے۔ والتفصیل فی کتب الفقہ۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۲۰۵-۲۰۶)

(۱) بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناًوإلا تركها؛لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة.(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب ادراك الفريضة: ۲/ ۵۱۱،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

وكره نفل ...ولو سنة الفجربعد صلاة فجرإلخ (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب ادراك الفريضة: ۲/ ۳۶ـ۳۷،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

☆ فجر کی نماز شروع ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم:

سوال: جس وقت صبح کی جماعت کی تکبیر ہوگئی ہو، اس وقت میں سنتیں پڑھنی جائز ہیں، یا جماعت میں شریک ہونا جائز ہے اور یہ سنتیں واجب ہیں، یا سنت مؤکدہ؟

الجواب

اگر جماعت کی تکبیر ہوجاوے تو اگر ایسی جگہ ہو کہ سب لوگوں کی نظر سے پردہ ہو تو جلدی جلدی ادا کرکے فرضوں میں شریک ہوجاوے، جو ایسی جگہ نہ ہو تو ترک کردے، پھر اگر ہوسکے تو دن چڑھے پڑھ لیوے، ورنہ سنت کی قضاء نہیں ہے۔ ==

فرض کی اقامت کے بعد سنت فجر کی ادائیگی کا حکم:

سوال: ایک شخص وضو کر کے آیا تو دیکھا کہ جماعت صبح کی کھڑی ہوگئی ہے اور مسجد اتنی بڑی نہیں ہے کہ اگر ایک گوشہ میں سنتیں پڑھی جاویں تو قرأت امام کی آواز نہ سنائی دے؛ تاکہ تعمیل آیت ﴿وإذا قرأ القرآن﴾ الآية کی ہو، اب اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے، ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ اگر فجر کی سنتوں سے کسی کو بوجہ فضائل کثیرہ کے شوق ہو تو اسے چاہیے کہ حالت مذکورہ میں سنت کی نیت کر کے توڑ دے، بعدہ جماعت میں داخل ہو جاوے، بعد ادائے فرض فی الفور وہ سنتیں بوجہ فرض ہو جانے کے پڑھ لیوے، آیا یہ کہنا ان کا غلط ہے، یا صحیح؟ اور حالت مذکورہ میں شخص مذکور کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

ایسی حالت میں اگر مسجد کے دو درجے ہوں تو امام جس درجہ میں ہو تو یہ شخص دوسرے درجہ میں ادا کرے اور اگر ایسا موقع بھی نہ ہو تو کسی علاحدہ جگہ میں جس قدر دوری صف سے ممکن ہو، وہاں پڑھ لے اور طریقہ جو سوال میں مذکور ہے، بالکل ناجائز ہے اور امام محمد علیہ الرحمۃ پر تہمت ہے۔

فی ردالمحتار باب إدراک الفریضة: والحاصل أن السنة فی سنة الفجر أن یأتی بها فی بیته وإلا فإن کان عندباب المسجد مکان صلاها فیه وإلاصلاها فی الشتوی أو الصیفی إن کان للمسجد موضعان وإلافخلف الصفوف عن ساریة، آه. (۱)

== دو رکعت قبل فرض فجر سنت مؤکدہ ہیں، واجب نہیں۔

(فیوض رشیدیہ، ص:۲۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ۔ ص:۱۸۱-۱۸۲)

فجر کی سنتیں اس وقت پڑھنا، جب جماعت شروع ہو چکی ہو:

سوال: اگر جماعت صبح کی نماز کی [شروع] ہوگئی ہے تو بہتر یہ ہے کہ جماعت میں مل جاوے، یا کہ یہ بہتر ہے کہ سنت فجر کی پڑھ کر جماعت میں شامل ہو، اگر یہ جانتا ہو کہ ایک رکعت فرض کی ضرور جماعت میں مل جاوے گی؟

الجواب

مذہب حنفیہ یہ ہے کہ سنت پڑھ کر شریک جماعت ہو بشرطیکہ سنت کو پردہ میں پڑھے۔ جماعت کے روبرو پڑھنا ہرگز درست نہیں، مگر اس وقت میں ایسا کرنے سے عوام جماعت کے پاس سنت پڑھنے لگتے ہیں، لہٰذا حسب مذہب شافعی اور محدثین علیہم الرحمہ کے، بالکل سنت سے منع کرنا مناسب وقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۲۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۸۱)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ادراک الفریضة، مطلب هل الاساءة دون الکراهة أو أفحش: ۲/ ۵۱۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

وفی الدرالمختار الباب المذکور: ثم ماقیل یشرع فیھا ثم یکبر للفریضة أو ثم یقطعھا و یقضیھا مردود بأن درء المفسدة مقدم علٰی جلب المصلحة.

وفی ردالمحتار تحت ھٰذا القول: أن ما وجب بالشروع لیس أقوٰی مما وجب بالنذر ونص محمد أن المنذور لایؤدی بعد الفجر قبل الطلوع، آہ.(۱)

۱۱ر جب ۱۳۲۲ھ (امداد، ص: ۵۳) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۴۶۱)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۷

☆ سوال: خالد مسجد میں نماز صبح پڑھنے آیا ہے، آگے مسجد میں جماعت ہورہی ہے، خالد سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوئے، یا امام کو جس رکن میں پاوے، شامل ہوجاوے، مفتی بہ مسئلہ بحوالہ فقہ ثقہ ومزین بمہر خود ابلاغ فرماویں؟

الجواب

ہم حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ اگر فرض ملنے کی توقع ہو تو سنت نہ چھوڑے۔ **کذا فی الکتب المذھبیة.**

۲۶/ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۳۷)

سوال: سوال اول غرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کتابوں کی عبارت کی وجہ سے مجھے تردد ہے کہ حضرت کے بہشتی گوہر مطبوعہ بلالی واقع ساڈھورہ میں جو مسئلہ موجود ہے، وہ صحیح ہے، یا ان مندرجہ ذیل کتابوں سے ظاہراً جو مسئلہ سمجھ میں آتا ہے، وہ صحیح ہے اور وہ مسئلہ آپ کی کتاب بہشتی گوہر مطبوعہ مذکور کے (عنوان جماعت میں شامل ہونے نہ ہونے کے مسائل صفحہ: ۱۷) میں درج ہے۔

مسئلہ: فرض ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں، خواہ فجر کی ہوں، یا اور کسی وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں، جو مسجد سے علاحدہ ہو؛ اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو، پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علاحدہ مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھ لے۔ (درمختار وغیرہ)

لفظ (خواہ فجر کی ہوں، یا کسی اور وقت کی) اس سے تعمیم معلوم ہوتی ہے اور مندرجہ ذیل کتب کی عبارتوں سے تخصیص بالفجر معلوم ہوتی ہے، اس لیے آپ سے نہایت مؤدبانہ طور سے التجا ہے کہ آپ مجھے کافی شافی جواب سے اس ظلمت سے نکالیں، جس میں اس وقت میں ہوں اور وہ عبارت موعودہ یہ ہے:

فی حاشیة الطحطاوی، ص: ۳٤، مطبوعة مصر، فصل فی الأوقات المکروھة: "ویکرہ (أی التنفل) عند الاقامة لکل فریضة (إلاسنة الفجر) إذا أمن فوت الجماعة". (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی الأوقات المکروھة، ص: ۷٥، انیس)

وفی الکتاب المذکور فی ص: ۸٦، فی باب إدراک الفریضة: "ومن حضر وکان الإمام فی صلاة الفرض اقتدٰی بہ ولایشتغل عنہ بالسنة فی المسجد ولولم یفتہ شئ وإن کان خارج المسجد وخاف فوت رکعة اقتدٰی والأصلی السنة ثم اقتدٰی لامکان جمعہ بین الفضیلتین إلا فی الفجر فإنہ یصلی سنتہ ولوفی المسجد بعیداً عن الصف وإن أمن فوتہ ولوبادراکہ فی التشھد وقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذاأقیمت الصلاة فلاصلاة إلاالمکتوبة محمول علٰی غیر صلاة الفجر لما قدمناہ فی سنة الفجر". (مراقی الفلاح علٰی حاشیة الحطاوی، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة، ص: ۱۲۱-۱٥۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

==

فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد سنتیں پڑھ سکتا ہے:

سوال: صبح کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جس نے صبح کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔اب یہ شخص جماعت میں بغیر سنت پڑھے، شریک ہو جائے، یا سنت پڑھ کر؟

(المستفتی:۹۶۱، رحمت علی (دہلی) ۸ر ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، ۳۰رمئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

فجر کی سنتیں فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد ان شرائط کے ساتھ ادا کی جا سکتی ہیں:

(۱) سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو کر ایک رکعت ملنے کی قوی امید ہو۔

(۲) مسجد میں جماعت کے مقام پر سنتیں نہ پڑھی جائیں۔

(۳) مسجد سے خارج کسی دالان میں، یا حجرہ میں، یا دروازے کے باہر کسی جگہ میں ادا کی جائیں۔

(۴) مسجد میں ادا کی جائیں تو جماعت سے آڑ کی جگہ ہو، اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو پھر سنتیں چھوڑ کر فرضوں میں شریک ہو جانا چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳۲۱/۳)

== عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة: ۹٦/۱، قديمي، انيس)

وفي الهداية: ومن انتهىٰ إلى الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر إن خشي أن تفوته ركعة ويدرك الأخرىٰ يصلي ركعتي عند باب المسجد ثم يدخل؛ لأنه أمكنه الجمع بين الفضيلتين وإن خشي فوتها دخل مع الإمام؛ لأن ثواب الجماعة أعظم والوعيد بالترك ألزم بخلاف سنة الظهر حيث يتركها في الحالين؛ لأنه يمكنه أداء ها في الوقت بعد الفرض هو الصحيح. (الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱۵۹/۱، مكتبة رحمانية لاهور، انيس)

اوراسی طرح درمختار میں بھی موجود ہے، عبارت کی طوالت کی وجہ سے انہیں دو کتابوں کی عبارت کو نقل کیا، ورنہ اور بہت سی کتابوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

الجواب

اور کتابوں سے جو مفہوم ہوتا ہے، وہی صحیح ہے، معلوم نہیں علم الفقہ میں جو کہ بہشتی گوہر کی اصل ہے، تعمیم کیسے لکھدی، بہشتی گوہر اس سے اس طرح منتخب کیا گیا ہے کہ سرسری نظر سے مضامین کے اول وآخر پر نشان بنا دیا، کاتب نے نقل کر لیا، ایک ایک لفظ نہیں دیکھا گیا بوجہ اعتماد کے۔ (ترجیح خامس، ص:۱۴۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۶۱/۱-۴۶۴)

(۱) (وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا أدرك ركعة في ظاهر المذهب ... (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانًا وإلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم علىٰ فعل السنة، إلخ. (الدر المختار) ==

جماعت شروع ہونے کے بعد سنتوں کا حکم:

سوال: حسب ذیل احادیث کا کیا مطلب ہے؟

(۱) "إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة".(۱)

(۲) عن ابن عمر أنه أبصر رجلاً يصلى الركعتين والمؤذن يقيم فحصبه وقال: أتصلى الصبح أربعًا.(۲)

(۳) وروينا عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أنه كان إذا رأى رجلاً يصلى وهو سمع الإجابة ضربه.

(۴) ووقع نحو هذه القصة أيضًا لابن عباس رضى الله عنهما قال: كنت أصلى وأخذ المؤذن فى الاقامة؟ النبى صلى الله عليه وسلم وقال أتصلى الصبح أربعًا. (أخرجه ابن خزيمة وابن حبان والبزازية والحاكم وغيرهم)

(ب) اور مسجد کے دالان میں جس میں جماعت ہو رہی ہو، یا صف کے پیچھے ستون کی آڑ کافی ہوگی، یا جماعت میں شریک ہو جائیں اور جماعت ہونے کی حالت میں اسی دالان میں سنت پڑھنا مکروہ ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۵۵۳، عبد الحق صاحب دہلی، ۱۹ر ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ، مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء)

الجواب

حدیث نمبر:۱، کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب (فرض) نماز کی تکبیر ہو جائے تو سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں۔

حدیث نمبر:۲، کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مؤذن تکبیر کہہ رہا ہے اور ایک آدمی سنتیں پڑھتا ہے؛ (یعنی پڑھنا چاہتا ہے) تو انہوں نے اس آدمی پر کنکری پھینکی اور فرمایا کہ کیا فجر کی چار رکعتیں پڑھے گا۔

== (وفى الشامية: (عند باب المسجد) أى خارج المسجد كما صرح به القهستانى ... فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها فى المسجد خلف سارية من سوارى المسجد وأشدها كراهة أن يصليها مخالطًا للصف مخالفًا للجماعة إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ٥٦/٢، ط: سعيد)

(۱) صحيح البخارى، باب إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة: ٩١/١، ط: قديمى كتب خانة، كراچى

(۲) عن حفص بن عاصم عن ابن جحينة قال أقيمت صلاة الصبح فرأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً يصلى والمؤذن يقيم فقال: أتصلى الصبح أربعاً. (الصحيح لمسلم، باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن فى اقامة الصلاة إلخ: ٢٤٧/١، انيس)

حدیث نمبر:۳، کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ کوئی آدمی تکبیر سن رہا ہے اور پھر (اپنی علاحدہ) نماز پڑھتا ہے تو اسے مارتے۔

اور حدیث نمبر:۴، کا مطلب یہ ہے کہ ایسا واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی پیش آیا کہ وہ نماز پڑھنے لگے اور مؤذن نے تکبیر شروع کی تو آنحضرتؐ نے انہیں کھینچ لیا اور فرمایا کہ کیا تم صبح کی چار رکعتیں پڑھوگے۔

ان روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کی تکبیر ہونے کے بعد اس جگہ سنتیں پڑھنے کی ممانعت ہے؛ کیوں کہ اس جگہ سنتیں پڑھنے سے صورۃ جماعت کی مخالفت لازم آتی ہے، نیز صبح کی چار رکعتیں اکٹھی ہوجانے کی شکل پیدا ہوجاتی ہے؛ لیکن اگر مسجد سے خارج، یا آڑ کی جگہ میں سنتیں ادا کی جائیں تو بشرطیکہ ایک رکعت فرض مل جانے کا ظن غالب ہوتو یہ جائز ہے؛ کیوں کہ صحابہ کرام سے یہ عمل مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کہ اقامت ہوجانے پر سنتیں پڑھنے والے کے کنکری ماری اور فرمایا کہ کیا فجر کی چار رکعتیں پڑھے گا۔ حدیث نمبر:۲، میں مذکور ہے اور انہیں سے یہ عمل بھی ثابت ہے کہ اقامت ہوجانے کے بعد انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جاکر سنتیں پڑھیں اور پھر آکر جماعت میں شامل ہوئے۔

وصح عنه (أی ابن عمر) أنه قصد المسجد فسمع الاقامة فصلٰی ركعتی الفجر فی بیت حفصة ثم دخل المسجد فصلٰی مع الإمام. (فتح الباری:۳۶۹/۳)(۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت ابوالدرداء اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرض کی اقامت ہوجانے کے بعد مسجد سے باہر، یا مسجد میں جماعت کی جگہ سے آڑ میں ہوکر سنتیں پڑھ لیں، پھر جماعت میں شامل ہوئے۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ اولوالعزم فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم ممانعت کو اسی صورت پر محمول سمجھتے تھے کہ سنتیں جماعت فرض کی جگہ پڑھی جائیں اور مسجد سے خارج، یا آڑ کی جگہ میں اقامت ہوجانے کے بعد بھی پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے اور پڑھ لیتے تھے۔(۲)

---

(۱) فتح الباری، کتاب الصلاة، باب إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة: ۲۷/۲، ط: مصر

(۲) ولما روی الطحاوی وغيره عن ابن مسعود أنه دخل المسجد وأقيمت الصلاة فصلٰی ركعتی الفجر فی المسجد إلى الأسطوانة وذلک بمحضر حذيفة وأبی موسٰی ومثله عن أبی الدرداء وابن عباس وابن عمر كما عمرو سنده الحافظ الطحاوی فی شرح الآثار ومثله عن الحسن ومسروق والشعبی، شرح المنية. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب فی تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۳۷۸/۱، ط: سعيد)

حدثنی عبد اللّٰه بن أبی موسٰی عن أبيه أنه حين دعاهم سعيد بن العاص دعا أباموسٰی وحذيفة وعبد اللّٰه بن مسعود قبل أن يصلی الغداة ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلاة فجلس عبد اللّٰه إلٰی أسطوانة من المسجد فصلٰی الركعتين ثم دخل فی الصلاة، فهٰذا عبد اللّٰه قد فعل هٰذا ومعه حذيفة رضی اللّٰه عنه وأبو موسٰی لا ينكر أن ذلک عليه فدل ذلک علٰی موافقتهما إياه. (شرح معانی الآثار للطحاوی، باب الرجل يدخل المسجد والإمام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع أيركع أولا يركع: ۲۵۵/۱، انيس)

(۲) جس جگہ جماعت ہورہی ہواسی جگہ سنتیں پڑھنا ناجائز ہے، یاتو خارج مسجد پڑھی جائیں، یا جماعت کی جگہ سے علاحدہ کسی آڑ کی جگہ میں پڑھے اور ایک رکعت فرض کی مل جانے کا پورا بھروسہ ہو، ورنہ جماعت میں شامل ہوجائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳/۳۱۹-۳۲۱)

جماعت کے وقت سنت پڑھنے کا حکم:

سوال: ظہر کی فرض نماز جماعت کے ساتھ شروع ہوگئی تو ایک صاحب آئے اور سنت ظہر میں مشغول ہوگئے، ایسی صورت میں سنت پڑھنی چاہیے، یا جماعت میں شریک ہوجانا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب فرض نماز جماعت سے ہونے لگے تو سنت شروع نہیں کرنا چاہیے؛(۱) بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے سے سنت پڑھ رہا ہو اور جماعت کھڑی ہوجائے تو دو ہی رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوجائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۲۰/۹/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۳۸-۴۳۹)

دوران سنت تکبیر ہونے کا حکم:

سوال: مردے نیت چہار رکعت سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت باتمام رسانیدہ بادائے رکعت دوم برخاست دریں ضمن کسے تکبیر نماز فرض گفت ادا کنندہ نفل وسنت ہر چہار رکعت تمام نماید، یا بر دو رکعت اکتفا ساز دو دو رکعت باقی را قضا کند، یانہ؟(۳)

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلاة إلا المكتوبة. (الجامع للترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة: ۹۶/۱، انیس)

(۲) بشرطیکہ پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور بلا حائل صف سے ملا ہوا نہ ہو، اگر پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو یا بلا حائل صف سے ملا ہو تو ان دونوں صورتوں میں سنت چھوڑ کر جماعت میں شریک ہوجانا چاہئے [مجاہد]

"(بخلاف سنة الظهر) وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدى". (الدر المختار)

"(قوله فإنه إن خاف فوت ركعة) بيان لوجه المخالفة بين سنة الظهر وسنة الفجر، ومفهومه أنه يأتی بها وإن أقيمت الصلاة إذا علم أنه يدرك معه الركعة الأولٰى بعد أن يكون مخالطًا للصف بلاحائل". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۵۱۲-۵۱۳)

(۳) ایک شخص نے چار رکعت سنت، یا نفل کی نیت کر کے نماز شروع کی جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو فرض نماز کی اقامت کہی گئی، پس یہ شخص چار رکعتیں پوری کرے، یا دو پر سلام پھیر کر نماز میں شامل ہوجائے؟ اور جو دو رکعتیں باقی رہ گئی ہیں، ان کی قضا کرے، یانہ؟ (سعید)

الجواب

اگردر اثنائے سنت یا نفل تکبیر شد بر دو رکعت سلام دادہ در جماعت داخل شود راجح واشہر ہمیں ست۔(۱)

(والشارع فی نفل لایقطع مطلقًا) ویتمه ركعتين (وكذا سنة الظهرو)سنة (الجمعة إذا أقيمت أوخطب الإمام) يتمها أربعًا (على) القول (الراجح)؛لأنها صلاة واحدة وليس القطع للاكمال بل للابطال خلافًا لمارجحه الكمال.(الدرالمختار)

(قوله: خلافا لمارجحه الكمال)حيث قال وقيل يقطع علىٰ رأس الركعتين وهوالراجح؛لأنه يتمكن من قضائها بعدالفرض ولاابطال فی التسليم علی الركعتين فلايفوت فرض الاستماع و الأداء علی الوجه الأكمل بلاسبب،آه.

أقول:وظاهرالهداية اختياره وعليه مشٰی فی الملتقی ونورالإيضاح والمواهب وجمعة الدرروالفيض وعزاه فی الشرنبلالية إلی البرهان وذكرفی الفتح أنه حكی عن السعدی أنه رجع إليه لمارأه فی النوادرعن أبی حنيفة وأنه مال إليه السرخسی والبقالی وفی البزازية: أنه رجع إليه القاضی النسفی وظاهر كلام المقدسی الميل إليه ونقل فی الحلية كلام شيخه الكمال،ثم قال: وهو كما قال:هٰذا ومارجحه المصنف صرح بتصحيحه الولوالجی وصاحب المبتغی والمحيط ثم الشمنی وفی جمعة الشرنبلالية وعليه الفتوٰی.(۲)

پس بعد نماز فرض اگر سنت بود ہر چہار قضا کند واگر نفل بود ہیچ لازم نیاید.(۳)

وقضٰی ركعتين لونوٰی أربعًا غيرمؤكدة علٰی اختيار الحلبی وغيره ونقض فی خلال الشفع الأول أوالثانی أی وتشهد للأول وإلايفسد الكل اتفاقًا.(الدرالمختاربالطحطاوی،مصری،ص:۲۹۰/ج:۱)والله أعلم

(امداد:۱/۱۸)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۴۶۴-۴۶۵)

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کا حکم:

سوال: میں صبح کی نماز میں مسجد پہونچا،سنت، وضواور استنجا میں اتنی دیر ہوئی کہ تشہد میں جماعت کے ساتھ شریک ہوسکا،بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری نماز باطل ہوگئی، مجھے سنت نہیں پڑھنی چاہیے،شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱) لیکن اگر کسے بر قول دیگر کہ اتمام اربع است در سنن عمل کند گنجائش دارد۔(منہ)

ترجمہ:لیکن اگر کوئی شخص دوسرے قول کے مطابق کہ ''سنت کی چار رکعتیں پوری کرے(دو پر سلام نہ پھیرے)''،عمل کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔(سعید احمد)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار،باب إدراك الفريضة:۲/۵۰۶-۵۰۷،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(۳) اگر سنت یا نفل کے درمیان اقامت ہو تو دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوجاوے راجح اور مشہور یہی ہے، پھر اگر وہ سنت تھیں تو فرض ادا کرنے کے بعد چاروں کی قضاء کرے اور اگر نفل تھیں تو کچھ بھی لازم نہیں۔(سعید)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

فجر کی نماز میں جب آدمی اس وقت پہونچے کہ جماعت ہورہی ہواور سنت نہیں پڑھی ہےتو اگراس کو جماعت کے ختم ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتو وہ مسجد کے باہر یا مسجد کے راستے کے حصہ میں جہاں امام کی قرآت کی آواز نہ آتی ہو،سنت پڑھ لےاور جماعت میں شریک ہوجائے اوراگر جماعت کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہو یا مسجد میں ایسی جگہ نہ ہو کہ امام کی آواز وہاں نہ پہنچتی ہوتو وہ جماعت میں شریک ہوجائے اورآفتاب نکلنے کے بعد سنت پڑھ لے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۰/۱۲/۶ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۹۹/۲-۲۰۰)

فجر کی اقامت کے بعد بھی سنت فجر پڑھنا بہتر ہے:

سوال: سنت فجر بعد اقامت فرض اسی مقام پرادا کرنا کیسا ہے؟ صف کی برابر پڑھنا، یا صف کے پیچھے؛ مگر بغیر

(۱) فجر کی جماعت کھڑی ہوتو مسجد میں سنت پڑھنے کی ممانعت کی وجہ ظاہراًفرض نماز کی مخالفت ہے،اگرسنت ایسی جگہ پڑھی جائے، جہاں سے ظاہراًفرض کی مخالفت نہ سمجھی جاتی ہوتو وہاں پرسنت پڑھنا بلاکراہت جائز ودرست ہے،خواہ وہاں تک امام کی قرأت کی آواز پہونچے، یا نہ پہونچے،لہذا اگر فجر کی ایک رکعت یا کم ازکم تشہد ملنے کی امید ہوتو فجر کی سنت اپنے کمرہ میں، یا مسجد کے باہر دروازہ پر، یاکسی دیوار، یاستون کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں، بلاکراہت جائز ودرست ہے۔صفوں میں مل کر، یا مسجد میں ایسی جگہ سنت پڑھنا مکروہ ہے، جہاں سنت پڑھنے والے اور صفوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

نماز بہر دوصورت صحیح ودرست ہوگی، لوگوں کا یہ کہنا کہ سنت پڑھ کرتشہد میں شریک ہونے کی صورت میں نماز باطل ہوگئی، صحیح نہیں ہے۔[مجاہد]

(وإذاخاف فوت)ركعتى(الفجر لاشتغاله بسنتها تركها)لكون الجماعة أكمل(والا)بأن رجا ادراك ركعة فى ظاهر المذهب،وقيل التشهد،واعتمده المصنف والشرنبلالى تبعًا للبحر،لكن ضعفه فى النهر(لا)يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانًا وإلاتركها؛لأن ترك المكروه مقدم علىٰ فعل السنة.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب ادراك الفريضة:۵۱۰/۲-۵۱۱،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(قوله لكن ضعفه فى النهر)... وقد اتفقوا علىٰ ادراكه بادراك التشهد فيأتى بالسنة اتفاقًا كما أوضحه فى الشرنبلالية أيضًا وأقره فى شرح المنية،إلخ.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب ادراك الفريضة،مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش:۵۱۱/۲،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(قوله عند باب المسجد) ... فان لم يكن علىٰ باب المسجد موضع للصلاة يصليها فى المسجد خلف سارية من سوارى المسجد وأشدها كراهة أن يصليها مخالطًا للصف مخالفًا للجماعة والذى يلى ذلك خلف الصف من غير حائل اهـ... قوله (وإلا تركها) ... والحاصل أن السنة فى سنة الفجرأن يأتى بها فى بيته،وإلافإن كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه وإلاصلاها فى الشتوى أوالصيفى إن كان للمسجد موضعان،وإلافخلف الصفوف عند سارية.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب إداراك الفريضة،مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش : ۵۱۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

کسی حاجز وحائل کے پڑھنا یکساں ہے، یا متفاوت الحکم؟ اور درصورت حاجز نہ ہونے کے اس مقام پر پڑھ لینا بہتر ہے، یا چھوڑ دینا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ واللّٰہ الملہم للحقّ والصواب

عن النبی علیه الصلاة والسلام: ''إذا أقیمت الصلاة فلاصلاة إلا المکتوبة''. (۱)

(ترجمہ) ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے، تو پھر کوئی نماز سوائے فرض کے نہیں (پڑھنا چاہیے) ہے''۔

اس عموم سے سنت فجر کی ممانعت بھی ثابت ہوتی تھی؛ مگر چوں کہ اس حدیث کو ابن عیینہ وحماد بن زید وحماد بن سلمہ نے ابوہریرہؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور سنت فجر آکد السنن ہے اور صحابہ سے سنت فجر کا بعد اقامت فرض پڑھ لینا بھی ثابت ہے۔

روی الطحاوی عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه أنه دخل المسجد وقد أقیمت الصلاة فصلٰی رکعتی الفجر فی المسجد إلٰی أسطوانة وذلک بمحضر حذیفة وأبی موسٰی. (۲)

وروی أمثله عن عمر بن الخطاب وأبی الدرداء وابن عباس ذکره ابن بطال فی شرح البخاری عن الطحاوی وعن محمد بن کعب قال: خرج عبد اللّٰه بن عمر من بیته فأقیمت صلٰوة الصبح فرکع رکعتین قبل أن یدخل المسجد ثم دخل فیصلی مع الناس وذلک مع علمه باقامة الصلٰوة، ومثله عن الحسن ومسروق والشعبی، انتهٰی. (کذا فی غنیة المستملی)(۳)

پس ان وجوہ ثلاثہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت فجر عموم حدیث سے مستثنیٰ ہے؛ اسی لیے فقہاء حنفیہ اس کے پڑھ لینے کی اجازت بعد اقامت فرض دیتے ہیں؛ لیکن اسی مقام پر بغیر کسی حائل کے پڑھنا مکروہ ہے اور مخالط صف ادا کرنا سخت مکروہ

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا أقیمت الصلاة فلا صلاة إلا المکتوبة. (الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء إذا أقیمت الصلاة فلا صلاة إلا المکتوبة: ۹۶/۱، قدیمی، انیس)

(۲) حدثنی عبد اللّٰه بن أبی موسٰی أن أبیه أنه حین دعاهم سعید بن العاص دعا أبا موسٰی وحذیفة وعبد اللّٰه بن مسعود قبل أن یصلی الغداة ثم خرجوا من عنده وقد أقیمت الصلاة فجلس عبد اللّٰه إلٰی أسطوانة من المسجد فصلٰی رکعتین ثم دخل فی الصلاة. (شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلاة الفجر ولم یکن رکع أویرکع أو لا یرکع، ص: ۲۲۹، مکتبة رحمانیة، لاهور، انیس)

(۳) حدثنی ابن الهاد عن محمد بن کعب قال: خرج عبد اللّٰه بن عمر من بیته فأقیمت صلاة الصبح، فرکع رکعتین قبل أن یدخل المسجد وهو فی الطریق ثم دخل المسجد فصلٰی الصبح مع الناس فهٰذا وإن کان لم یصلهما فی المسجد فقد صلاهما بعد علمه باقامة الصلاة فی المسجد. (شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاة الفجرولم یکن رکع أیرکع أولایرکع: ۲۵۶/۱، انیس)

ہے؛اس لیے کہ ان صورتوں میں مخالفت جماعت لازم آتی ہے اور صحابۂ کرام جن سے سنتوں کا پڑھنا ثابت ہے، وہ اسی صورت سے ثابت ہے کہ یا تو خارج مسجد، یا اسطوانہ، یا ساریہ کے پیچھے، پس ان ہی صورتوں سے جائز ہوگا۔

فی غنية المستملی: (ثم السنة) المؤكدة التي يكره خلافها (في سنة الفجر) وكذا في سائر السنن (هو أن لا يأتي بها مخالطًا للصف) بعد شروع القوم في الفريضة ولا خلف الصف من غير حائل و(أن يأتي بها أما في بيته) وهو الأفضل (أو عند باب المسجد) إن أمكنه ذلك بأن كان ثمة موضع يليق للصلٰوة (وإن لم يمكنه) ذلك (ففي المسجد الخارج) إن كانوا يصلون في الداخل أو في الداخل إن كانوا في الخارج إن كان هناك مسجد أن صيفي وشتوى (وإن كان المسجد واحداً فخلف أسطوانة ونحو ذلك) كالعمود والشجرة وما أشبهها في كونها حائلاً والاتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه ومخالطًا للصف كما يفعله كثير من الجهال أشد كراهة كما فيه من مخالفة الجماعة.(۱)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جب نماز فرض شروع ہو جاوے تو سنت یہ ہے کہ سنت فجر کو مکان میں پڑھے اور افضل یہی ہے، یا دروازہ مسجد پر پڑھے؛ (یعنی مسجد کے اہر) (كما صرح به القهستاني وسأذكره) اگر وہاں پر کوئی جگہ نماز کے لائق ہو اور اگر دروازہ مسجد پر ممکن نہ ہو تو باہر والے درجہ میں پڑھے، اگر جماعت فرض اندر ہو، یا اندر پڑھے، اگر جماعت باہر ہو اور اگر مسجد کا ایک ہی درجہ ہو تو ستون کے پیچھے، یا اور کسی آڑ والی چیز کے پیچھے پڑھے اور صف کے پیچھے بغیر حائل کے پڑھنا مکروہ ہے اور صف کی برابر مخالط صف ہو کر پڑھنا جیسا کہ اکثر جاہل کرتے ہیں، سخت مکروہ ہے، اس عبارت سے خوب معلوم ہو گیا کہ افضل مکان میں پڑھنا ہے، پھر مسجد کے باہر دروازہ مسجد پر اگر جگہ ہو، پھر باہر والے درجہ میں اگر جماعت اندر ہو، یا اندر والے اور درجہ میں اگر جماعت باہر ہو، پھر کسی ستون، یا آڑ کے پیچھے پڑھنا چاہیے۔ رہا یہ کہ اگر درجہ بھی ایک ہو اور کوئی آڑ بھی نہ ہو تو کیا کرے؟ اس کا حکم یہ ہے کہ سنت کو چھوڑ دے، فرض میں شریک ہو جائے۔

فی الدر المختار: بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانًا وإلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم علٰى فعل السنة.

وفي رد المحتار (تحت قوله عند باب المسجد): أي خارج المسجد كما صرح به القهستاني وقال في العناية: لأنه لو صلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهو مكروه فإن لم يكن علٰى باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف

(۱) غنية المستملی، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، ص: ۳۹۶، انیس

سارية من سواری لمسجد وأشدها كراهة أن يصليها مخالطًا للصف مخالفًا للجماعة والذی يلی ذلک خلف الصف من غير حائل ومثله فی النهاية والمعراج (قوله وإلا تركها) قال فی الفتح وعلیٰ هٰذا أی علیٰ كراهة صلاتها فی المسجد ينبغی أن لايصلی فيه إذا لم يكن عند بابه مكان؛لأن ترک المكروه مقدم علیٰ فعل السنة غيرأن الكراهة تتفاوت فإن كان الإمام فی الصيفی فصلاته إياها فی الشتوی أخف من صلاتها فی الصيفی وعكسه وأشد ما يكون كراهة أن يصليهامخالطًا للصف كما يفعله كثيرمن الجهلة،انتهیٰ.(۱)

پس ان عبارتوں سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ اگر مسجد کے دروازے پر جگہ نہیں اور مسجد میں کوئی موقع آڑ کا نہ ہو تو ایسی صورت میں سنتوں کو چھوڑ دینا چاہیے؛ کیوں کہ آڑ نہ ہونے کی صورت میں یا تو مخالط صف ہوکر پڑھے گا اور یہ سخت مکروہ ہے، یا صف کے پیچھے بغیر حائل کے پڑھے گا اور یہ بھی مکروہ ہے اور کراہت کے ساتھ ادا کرنے سے چھوڑ دینا اچھا ہے؛لأن ترک المكروه مقدم علیٰ فعل السنة.واللّٰہ أعلم وبالصواب

كتبه العبد الضعيف الراجی رحمة مولاه محمد كفايت اللّٰہ وصله اللّٰہ غاية ما يتمناه

حرر لأربع خلون من شوال المكرم ۱۳۱۹ھ

جواب بہت درست ہے، سنت فجر مؤکدہ ہے، حتی الامکان مطابق سنت ادا کرے۔

فی النهاية أما أنه يصلی فی المسجد وإن قامت الجماعة فلان سنة الفجرأكدها قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم صلوهما وإن طردتكم الخيل(۲)وأما عند باب المسجد فلأن الاشتغال بالنفل عند اشتغال الإمام مكروه انتهی.واللّٰہ أعلم وحكمه أحكم وصدقه

محمد اعظم غفراللہ ما اجرم، ۴؍شوال المعظم ۱۳۱۹ھ فی بلدہ شاہجہاں۔ الجواب صواب: عبیدالحق عفی عنہ (کفایۃ المفتی:۳۹۳/۵-۳۹۵)

صرف فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے:

سوال: جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟

الجواب

جب فرض نماز کی جماعت شروع ہوجائے، اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھی جائے، صرف فجر کی سنتیں جماعت کی جگہ سے علاحدہ کسی جگہ میں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے، ایک رکعت ملنے کا یقین ہو تو ایسا کرے،

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب ادراک الفريضة: ۵۱۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: لا تدعوهما وان طردتكم الخيل.(سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فی تخفيفهما أی ركعتی الفجر: ۱۸۶/۱، مكتبة رحمانية ملتان، انيس)

ورنہ فرض نماز میں شریک ہوجائے۔(۱)

الجواب______________________

ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا، اگر درمیان میں فرض شروع ہوجائیں تو سنتیں پوری کرکے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہوجائے؛ لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہوجائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کرلے تو یہ بھی جائز ہے، پہلی صورت بہتر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۲۱)

فجر کی جماعت کے وقت سنت کہاں پڑھی جائے:

سوال: صبح کی سنتوں کو امام کی قرأت سے اس قدر دور پڑھنا چاہیے کہ امام کی آواز نہ آئے، حالاں کہ مساجد بکثرت چھوٹی ہیں، سنت پڑھنے والا کہاں تک نہ سننے کی احتیاط کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب______________________

آواز آنے نہ آنے کی قید نہیں ہے، صرف مکان علاحدہ ہونا چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۲۰۰)

نمازِ فجر کی صفوں میں سنت کی اجازت نہیں:

سوال: فجر کی نماز قائم ہونے کے بعد سنت فجر صف اول یا ثانی میں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز نہ ہو، تو علت عدم جواز تحریر فرمایئے؟

(۱) (وكذا يكره التطوع عند اقامة صلاة مكتوبة) ... لحديث إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة (إلا سنة فجرإن لم يخف فوت جماعتها،إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۸، ط:سعيد)

وقوله صلى الله عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة" محمول على غير صلاة الفجر، لما قدمناه في سنة الفجر. (مراقي الفلاح، باب إدارك الفريضة، ص: ۱۷۵، المكتبة العصرية، انيس)

(۲) (وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل وإلا بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب ... لايتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها؛لأن ترك المكروه مقدم علىٰ فعل السنة". (الدر المختار)

(قوله عند باب المسجد): أي خارج المسجد، كما صرح به القهستاني، وقال في العناية: لأنه لو صلاها في المسجد كان متنفلا فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهومكروه فإن لم يكن علىٰ باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل، آه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۱۰-۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

الجواب

علت عدم جواز صورةً مخالفت جماعت اور حدیث ”إذاأقيمت الصلاة فلاصلاة إلاالمكتوبة“. (۱)

اور درمختار میں ہے:

”بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها؛لأن ترك المكروه مقدم علىٰ فعل السنة“. (۲)

اور شامی میں ہے:

” فإن كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه وإلاصلاها فى الشتوى أو الصيفى إن كان للمسجد موضعان“. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۲۰۰-۲۰۱)

(۱) مشكوة المصابيح،باب الجماعة وفضلها،فصل أول عن أبى هريرة،ص: ۹٦،ظفير(عن أبى هريرة قال:قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: إذا أقميت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة.(الجامع للترمذى،كتاب الصلاة،باب ما جاء إذا أقميت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة: ۹٦/۱،وكذا فى الصحيح لمسلم،باب كراهة الشروع فى نافلة بعد الشروع المؤذن فى اقامة الصلاة،الخ: ۲٤۷/۱، قديمى،انيس)

(۲) الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب إدراك الفريضة: ٥۱۱/۲،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۳) رد المحتار،باب إدراك الفريضة،مطلب هل الاساء ة دون الكراهة أو أفحش: ٥۱۱/۲،دار الكتب العلمية،انيس

☆ **فجر کی سنت علاحدہ مقام پر پڑھنی چاہیے:**

سوال: فجر کی سنت اگر جماعت ہو رہی ہو تو الگ ہو کر پڑھنی چاہیے، یا جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے، اگر رہ جائیں تو جماعت کے بعد ہی پڑھ لی جائیں، یا سورج نکلنے پر پڑھی جائیں، یا بالکل نہ پڑھی جائیں؟

(المستفتی: ۲۴۹، شہباز خاں سب انسپکٹر پولیس ۴/ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ، ۲۰/ مارچ ۱۹۳۴ء)

الجواب

فجر کی سنتیں جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد علاحدہ مقام میں جا کر پڑھی جائیں اور علاحدہ کوئی جگہ نہ ہو تو جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے۔(بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانًا وإلاتركها،لأن ترك المكروه مقدم علىٰ فعل السنة،إلخ.(الدرالمختار)

وفى الشامية:(عند باب المسجد) أى خارج المسجد كما صرح به القهستانى وقال فى العناية؛لأنه لوصلاها فى المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الامام بالفريضة وهو مكروه،الخ.(الدرالمختار مع رد المحتار،كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة: ٥٦/۲،ط: سعيد) اور جماعت کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے نہیں پڑھنا چاہیے، آفتاب نکلنے کے بعد پڑھ لی جائیں تو بہتر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۰-۳۱۱)

مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت کی حالت میں باہر سنت:

سوال: مسجد کے اندر کے درجہ میں جماعت فجر کی ہوتی ہوتو سنتیں باہر کے درجہ میں کس دلیل سے درست ہوں گی، جب کہ قرأت کی آواز سنائی دیتی ہوتو ﴿فَاسْتَمِعُوْا﴾ پر کس طرح عمل ہوگا؟

الجواب

آثارِ صحابہؓ سے ایسا ثابت ہے کہ فرض صبح کی قرأت کی آواز آتی تھی اور وہ ایک طرف ہوکر صبح کی سنتیں پڑھتے تھے؛ اس لیے امام صاحب نے ایسا حکم دیا کہ علاحدہ ہوکر صبح کی سنتیں پڑھ لے، پھر شریک جماعت ہوجاوے؛ تاکہ دونوں فضیلتیں حاصل ہوجائیں۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۲۰۱)

مسجد میں اگر پردہ پڑا ہوا ہے تو بیرونی حصے میں فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم:

سوال: مسجد میں پردہ پڑا ہوا ہے اور جماعت ہورہی ہے تو فجر کی سنت باہر کے فرش پر پڑھ کر، جماعت میں ملے، یا بدون پڑھے؛ کیوں کہ پردہ تو ہے؛ مگر آواز قرأت کی آتی ہے؟

الجواب

جائز ہے، سنت پڑھ کر شریک ہوجاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:٦٧) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۸۲)

(۱) وإنما خالفناه فی سنة الفجر لشدة تأكدها علٰى مامر علٰى أنها لاتقضٰى والحديث المذكور قد أوقفه ابن عيينة وحماد بن زيد وحماد بن سلمة علٰى أبی هريرة،ولما روى الطحاوی عن ابن مسعود أنه دخل المسجد وقد أقيمت الصلاة فصلی ركعتی الفجر فی المسجد إلٰى أسطوانة وذلک بمحضر حذيفة وأبی موسٰى،وقد مر تمامه فی أوقات الكراهة فكانت سنة الفجر مستثناة بأدلة أخرٰى عارضت حديث أبی هريرة و رجحت عليه.(غنية المستملی، كتاب الصلاة،فصل فی النوافل،ص:٣٩٦-٣٩٧،ظفير)

حدثنی عبد اللّٰه بن أبی موسٰى عن أبيه أنه حين دعاهم سعيد بن العاص دعا أبا موسٰى وحذيفة وعبد اللّٰه بن مسعود قبل أن يصلی الغداة ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلاة فجلس عبد اللّٰه إلٰى أسطوانة من المسجد فصلی الركعتين ثم دخل فی الصلاة.فهٰذا عبد اللّٰه قد فعل هٰذا ومعه حذيفة وأبو موسٰى لاينكران ذلک عليه فدل ذلک علٰى موافقتهما إياه.(شرح معانی الآثار للطحاوی،كتاب الصلاة،باب الرجل يدخل المسجد والإمام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع أيركع أولايركع: ٢٥٥/١،رقم الحديث: ٢١٩٨/شرح مشكل الآثار: ٣١٨/١٠،مؤسسة الرسالة، رقم الحديث: ٤١٣٢،انيس)

نافع يقول:أيقظت ابن عمر رضی اللّٰه عنهما لصلاة الفجر وقد أقيمت الصلاة،فقام فصلی الركعتين.(شرح معانی الآثار،باب الرجل يدخل المسجد والإمام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع أيركع أولايركع،رقم الحديث:٢٢٠٣،انيس)

ایک مکان پر مشتمل مسجد میں جماعتِ فجر کھڑی ہونے کے بعد سنتِ فجر ادا کرے، یا ترک کردے:

سوال: جو چھوٹی مسجد ایک مکانیت پر مشتمل ہو، اس میں نہ صحن، نہ حجرہ، نہ برآمدہ، نہ ستون، نہ جگہ، نہ صیفی، نہ شتوی تو قیام جماعت مکتوبہ کی حالت میں سنتوں کا خصوصاً فجر کی سنت کا ترک کرنا ضروری ہے اور جماعت میں ملنا چاہیے اور اولی وافضل سنن کے لیے مکان ہی ہے، گھر سے سنت پڑھ کر آنا افضل ہے؛ کیوں کہ مسجد صلوٰۃ مکتوبہ کے لیے ہے، نہ کہ سنت کے واسطے اور افضلیت سنن ونوافل پڑھنے کی مکان میں مسجد سے حدیث سے ثابت ہے، خواہ سنت فجر ہو، یا غیر، ''**فعليكم بالصلاة في بيوتكم فان خير صلاة المرء في بيته إلاالصلاة المكتوبة**''(۱) اور ترک کرنا اس وجہ سے بھی چاہیے کہ جب جماعتِ مکتوبہ قائم ہو جاوے تو اس وقت دوسری نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، چوں کہ یہ مسجد ایک ہی مکانیت پر مشتمل ہے، اس میں کوئی گوشہ، یا دوسری جگہ نہیں ہے، لہٰذا بر بناء عباراتِ فقہیہ کے بھی ترک سنتِ فجر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، چنانچہ مجمع الانہر میں ہے:'' **دكره خلف الصف بلاحائل**'' اور فتاویٰ امدادیہ، جلد اول، صفحہ:۵۳ کی اس عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے:

في ردالمحتار، باب إدرك الفريضة: الحاصل أن السنة في سنة الفجر أن يأتي بها في بيته وإلا فإن كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه وإلاصلاها في الشتوي أوالصيفي إن كان للمسجد موضعان وإلا فخلف الصف عند سارية، إلخ. (۲) یہ قول زید کا ہے۔

عمر کہتا ہے کہ سنت فجر کی قیام جماعت مکتوبہ کی حالت میں پڑھے، جب کہ تیقن ہو کہ رکعت ثانیہ قطعی فوت نہ ہوگی اور وقت میں بھی گنجائش ہو، البتہ صفوف سے ہٹ کر بُعد اختیار کرے، جس قدر ممکن ہو **وإلا فخلف الصف عند سارية، عند سارية** سے مسجد کی جگہوں میں خواہ گوشہ ہو، خواہ محاذی صف، یا خلفِ صف ہو، بُعد ہی مطلوب ہے، بحالتِ قیام جماعتِ فجر کی سنت کا ادا کرنا تعامل سے ہے اور سنت فجر اشرف سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سنت مؤکدہ ہے، سنن کا ادا کرنا مکان میں مخصوص خواص کو ہے، عوام کے واسطے مسجد ہی افضل ہے، بر بناء فضل حدیث ثواب کے مکان سے مسجد میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت پڑھنا مسجد میں وارد و ثابت ہے ترمذی شریف کی حدیثوں سے، اب حضرت والا ہم لوگوں کو کیا حکم فرماتے ہیں کہ کس کا قول صحیح اور کس پر عمل کیا جاوے، بالدلیل جواب کلی عطا فرمایا جاوے؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

---

(۱) صحيح البخاري، باب مايجوز من الغضب والشدة لأمر الله، رقم الحديث: ٦١١٣/صحيح لمسلم، باب استحباب صلاة النافلة في بيته، رقم الحديث: ٧٨١/سنن أبي داؤد، باب في فضل التطوع في البيت، رقم الحديث: ١٤٤٧، انيس

(۲) رد المحتار، مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش: ٥١١/٢، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

قال الشامی بعد العبارة المذکورة فی الفتاوٰی الإمدادیة التی نقلها السائل مانصه:

لٰکن فیما إذاکان للمسجد موضعان والإمام فی أحدهما ذکرفی المحیط أنه قیل: لایکره لعدم مخالفة القوم، وقیل: یکره؛لأنها کمکان واحد، قال:فإذا اختلف المشایخ فیه فالأفضل أن لایفعل،قال فی النهر:وفیه إفادة أنها تنزیهیة،آه.(۱)

قلت: هٰذا فیما إذا کان للمسجد موضعان وإذا لم یکن سوی موضع واحد فالظاهر کراهة الاشتغال بالسنة هناک تحریما إلا إذاصلاها بعیداً عن الصفوف منعزلا عن القوم فی جانب منه.والله أعلم

صورتِ مذکورہ میں کہ مسجد میں بجز مکان واحد کے کچھ نہیں ہے، اقامت للمکتوبہ کے بعد مسجد کے اندر سنتیں فجر کی پڑھنا مکروہ ہے؛ بلکہ مسجد سے باہر دروازہ کے متصل پڑھنا چاہیے، یا اگر مسجد بڑی ہو اور جماعت قائم ہونے کے بعد ایک جانب گوشے میں سنتیں پڑھتے ہوئے صفوف سے بُعد کافی ہوجاتا ہو تو یہ بُعد بھی قائم مقام حائل کے ہوجائے گا۔

کما یظهرمن قول الطحاوی وغیره من مشائخ الحنفیة وقد ذکرته فی إعلاء السنن بالبسط من ذلک.والله أعلم

اورنوافل وسنن مؤکدہ کا گھر میں پڑھنا فی نفسہ افضل ہے؛ مگر چوں کہ عوام نے اس فضیلت کو ترک سنن کا وسیلہ بنالیا ہے، اب سنن مؤکدہ کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے، ورنہ ترک سنن کے ساتھ متہم ہوگا اور تہمت سے بچنا لازم ہے۔

لما فی الحدیث من قوله صلی الله علیه وسلم:اتقوا مواضع التهم،(۲)والأمرللوجوب.والله تعالٰی أعلم

۱۸/رجب ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۲/۲۲۶-۲۲۷) ☆

---

(۱) رد المحتار،کتاب الصلاة،باب إدراک الفریضة،مطلب هل الاساء ة دون الکراهة أو أفحش:۲/۵۱۱،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

(۲) وروی:من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التهم.{رواه أبوداؤد وصححه الحاکم وقال:إنه علی شرط الشیخین}(مرقاة المفاتیح،باب مالایجوز من العمل فی الصلاة:۲/۷۹۵،دارالفکر بیروت،انیس)

عن عبدالله بن حنین یقول:سمعت زید بن ثابت یقول:إنی لأکره أن أری فی مکان یساء بی الظن.(شعب الإیمان،فصل فیمن أبعد نفسه عن مواضع التهم،رقم الحدیث:۶۳۸۳،انیس)

☆ **سنت فجر کی قضا کا حکم:**

سوال: فجر کی نماز اگر قضا ہوجائے تو اس کی دورکعت سنت پڑھی جائے، یا نہیں؟　　==

فجر کی سنت رہ جائے تو کب پڑھی جائے:

سوال: فجر کی نماز کی سنت فرضوں میں شامل ہونے کی وجہ سے فوت ہو جاویں تو ان کو کس وقت ادا کریں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

"ولا یقضیھا إلا بطریق التبعیة" إلخ. (۱)

یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں ہے، مگر جب کہ فرض کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں زوال سے پہلے پہلے قضا کرے اور اگر تنہا سنت فوت ہوں تو اس کی قضا نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تو کسی وقت بھی قضا کے قائل نہیں، نہ قبل طلوع شمس، نہ بعد طلوع شمس اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس زوال سے پہلے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۳/۴) ☆

==　　الجواب　　وباللہ التوفیق

اگر فجر کی قضا نماز دوپہر سے پہلے قضا کی جائے تو سنت بھی پڑھی جائے اور اگر ظہر کے وقت قضا کی جائے تو سنت نہیں پڑھی جائے۔ (ولا یقضیھا إلا بطریق التبعیة لـ) قضاء (فرضھا قبل الزوال لا بعده فی الأصح) (الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ: ۵۱۲/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۳/۸/۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۰/۲-۲۰۱)

(۱) الدرالمختار علیٰ ھامش رد المحتار، باب إدراک الفریضة: ۵۱۲/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، ظفیر

(۲) وإذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیھما قبل طلوع الشمس؛ لأنه یبقی نفلاً مطلقاً وھو مکروہ بعد الصبح ولا بعد ارتفاعھا عند أبی حنیفة وأبی یوسف و قال محمد: أحبّ إلی أن یقضیھما إلیٰ وقت الزوال. (الھدایة، باب إدراک الفریضة: ۱۳۶/۱، ظفیر)

☆ فجر کی سنت کب تک پڑھ سکتے ہیں:

سوال: سنت فجر کس وقت تک پڑھنا چاہیے، ان کی قضا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علاحدہ ہو کر پڑھ لے، پھر جماعت میں شریک ہو جاوے۔ (وإذا خاف فوت) رکعتی (الفجر لاشتغاله بسنتھا ترکھا) لکون الجماعة أکمل (وإلا) بأن رجا إدراک رکعة فی ظاھر المذھب ... (لا) یترکھا، بل یصلیھا عند باب المسجد إن وجد مکاناً". (الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب إدراک الفریضة: ۶۷۰/۱ - ۶۷۱) اور اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے، اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ ("ولا یقضیھا إلا بطریق التبعیة لقضاء فرضھا قبل الزوال لا بعده فی الأصح. (الدرالمختار)　==

سنت فجر چھوٹ جائے تو کب پڑھی جائے:

سوال: یہاں پر فجر کی سنت قضا پڑھنے کے متعلق اس بات پر جھگڑا چل رہا ہے کہ فجر کی سنت قضا ہو جائے تو بعد فرض کے وقت رہنے پر فوراً سنت پڑھ لے اور طلوع آفتاب کا انتظار نہ کرے، اس کے متعلق یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ چوں کہ پرچہ اہل حدیث دہلی، یکم جون ۱۹۵۷ء میں صفحہ بارہ پر ''رفع اختلاف وقت قضائے سنت فجر اس کے علاوہ

== وفي الرد تحت قوله (ولا يقضيها): وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضٰى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد: أحبّ إلى أن يقضيها إلى الزوال. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ٦٧٢/١، ظفير) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۳/۴-۲۰۴)

فجر کی سنت جو رہ گئی بعد فرض کب پڑھے:

سوال: جس نے صبح کی سنت نہیں پڑھی اور فرضوں میں شریک ہو گیا، اب وہ سنت کس طرح پڑھے؟

الجواب

اب وہ سنتیں بعد نماز فرض کے قضا نہ کی جاویں گی، اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے، یہ نفل ہو جاویں گی۔ (وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) ... (وإلا) ... (لا) ... (ولا يقضيها إلا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده). (الدر المختار) أما إذا فاتت وحدها فلا تقضٰى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عند هما وقال محمد: أحبّ إلى أن يقضيها إلى الزوال إلخ وقالا: لا يقضٰى وإن قضا فلا بأس ... وقال: الخلاف في أنه لو قضٰى كان نفلاً مبتداً أو سنة كذا في العناية يعني نفلاً عندهما سنة عنده كما ذكره في الكافي إسماعيل. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ٥١٠/٢، ٥١١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۳/۴-۲۱۴)

سنت فجر رہ جائیں تو کب پڑھی جائے:

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں قضا ہو جائیں تو بعد ادائے فرض سنتیں پڑھ لے کوئی حرج نہیں، بکر کہتا ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل ہرگز سنتیں ادا نہیں کر سکتا، اگر پڑھے گا تو گنہ گار ہوگا۔ کس کا قول صحیح ہے؟

(المستفتی: ۵۴۴، فقیر احمد (سنگرور) ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ/۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب

فرض فجر ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں پڑھنا ممنوع ہے، طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جائیں۔ (أما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع. (رد المحتار، باب ادراك الفريضة: ٥٧/٢، ط، سعيد)

عن ابن عباس قال: شهد عندي رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندي عمر أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلاة بعد صلاة الصبح حتّٰى تطلع الشمس ولا صلاة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس. (سنن أبي داؤد، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، رقم الحديث: ١٢٧٦، انيس)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۱۱/۳)

جماعت ہوتے ہوئے فجر کی سنتوں'' کے متعلق مولانا عبدالجلیل صاحب سامروری پرچہ اہل حدیث دہلی یکم مئی ۱۹۵۷ء، ۰۸/۷/۲۲۰ میں لکھا ہے کہ اس کے علاوہ امام اعظمؒ کی تحریر کو ثابت کرتے ہیں کہ جماعت کی حالت میں سنت ونوافل پڑھنا حرام ہے، فجر کی جماعت کی حالت میں سنت پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ دوم: اگر مجبوری میں فجر کی سنت قضا ہوجائے تو بعد فرض کے وقت رہتے ہوئے پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اہل حدیث کے پرچے جن کا سوال میں ذکر ہے، میرے پاس نہیں آتا، حنفی مسلک یہی ہے کہ فجر کی سنت پڑھنے کا موقع نہ ملے تو فجر کی نماز کے بعد نہ پڑھیں؛ بلکہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھیں، اس کی دلیل حدیث، نیز فقہ کی کتابوں میں بیان کردی گئی ہے۔(۱)

اس طرح حنفی مسلک یہ بھی ہے کہ جماعت شروع ہوچکی ہے اور اس کو امید ہے کہ اگر ہم سنت پڑھ لیں گے تو ایک رکعت جماعت کے ساتھ ہم کو مل جائے گی تو سنت پڑھ لے، ورنہ نہ پڑھے۔ دلیل اس کی بھی فقہ کی کتابوں میں بیان کردی گئی ہے۔(۲)

لہٰذا حنفی مسلک والوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے، عوام کو بحث میں نہ پڑنا چاہیے۔ علماء اہل حدیث کو چاہیے کہ بحث کا دروازہ نہ کھولیں؛ بلکہ علماء حنفیہ کی طرف رجوع کریں؛ تاکہ وہ ان کو مطمئن کردیں کہ اس باب میں حنفی مسلک کا جو خیال ہے، وہی محتاط مسلک ہے اور بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۹۹-۳۰۰)

فجر کی سنتیں آفتاب نکلنے کے بعد پڑھ سکتے ہیں:

سوال: عن ابن عباس قال سمعت غير واحد من أصحاب النبی صلی اللّٰه عليه وسلم منهم عمر بن الخطاب وكان من أحبهم إلى أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم نهٰى عن الصلاة بعد

(۱) وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع، لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلیّ أن يقضيها إلى الزوال كما فی الدرر، قيل هٰذا قريب من الاتفاق، لأن قوله ''أحبّ إلیّ'' دليل علٰى أنه لولم يفعل لالوم عليه، وقالا: لايقضی وإن قضٰى فلابأس به. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة: ۲/۵۱۲، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) (وإذا خاف فوت) ركعتی (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا ادراک ركعة فی ظاهر المذهب وقيل التشهد (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة: ۲/۵۱۰، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

الفجر حتٰی تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعدالعصر حتٰی تغرب الشمس. (سنن الترمذی، ص: ۲۵، مجتبائی دھلی)(۱)

صبح کی سنتیں اگر رہ جائیں تو کیا فرض سے فارغ ہوکر سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں، بعض لوگ روزانہ اس میں جھگڑتے ہیں، حالاں کہ یہ بالکل واضح حدیث موجود ہے، یہ بھی جناب ہی واضح فرمادیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

صبح کی سنتیں اگر فرض سے پہلے نہ پڑھی جائیں تو پھر آفتاب نکلنے کے بعد پڑھی جائیں، فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا حنفیہ کے نزدیک اسی حدیث کی وجہ سے جو آپ نے نقل کی ہے منع ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۲)

فجر کی سنت بعد فرض قبل طلوع آفتاب پڑھنا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: صبح کی سنت قبل طلوع آفتاب بعد جماعت کے پڑھنا کیسا ہے؟ اگر نا جائز ہے تو ظہر کی سنت قبلیہ بھی نہ پڑھنی چاہیے؟

الجواب

بعد فرض صبح کے قبل طلوع آفتاب سنتیں پڑھنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی ممانعت حدیث شریف میں آگئی ہے۔ بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ مروی ہے:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "لاصلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولاصلاۃ بعد العصر حتٰی تغیب الشمس". (۲)

اس حدیث سے بعد صبح اور بعد عصر نوافل وسنن کی ممانعت معلوم ہوئی اور ظہر کے بعد ممانعت نہیں آئی لہذا ظہر کی سنتیں پہلے اگر رہ جائیں تو بعد فرضوں کے ان کو پڑھ لیوے اور فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں:

(ولایقضیھا إلابطریق التبعیۃ لقضاء فرضھا قبل الزوال لابعدہ فی الأصح) ... (بخلاف سنۃ الظھر). (الدر المختار)

---

(۱) باب ما جاء فی کراھۃ الصلاۃ بعد العصر وبعد الفجر: ۱/۴۵، ط: سعید، رقم الحدیث: ۱۸۳، انیس

(۲) مشکوۃ المصابیح، باب أوقات النھی، ص: ۹۴، ظفیر) (حدثنی عطاء بن یزید الجندعی أنہ سمع أبا سعید الخدری یقول: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لا صلاۃ بعد الصبح حتٰی ترتفع الشمس، ولاصلاۃ بعد العصر حتٰی تغیب الشمس. (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب لا تتحری الصلاۃ قبل غروب الشمس: ۱/۸۲-۸۳، قدیمی، انیس)

اور شامی میں ہے:

وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضٰى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح و أما بعد طلوع الشمس فكذلك عند هما وقال محمد:أحبّ إلى أن يقضيها إلى الزوال إلخ. (۱)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۴/۴-۲۰۵) ☆

فجر کی سنتیں قبل طلوع آفتاب پڑھنا:

سوال: صبح کو بعد فرائض کے اگر دو سنتیں اول کی رہ گئی ہوں تو قبل طلوع آفتاب پڑھ لے، یا نہیں؟ اس میں آپ کی رائے شریف کیا ہے اور سوائے قول امام صاحبؒ کے آپ کو حدیث سے کیا ثابت ہوا، آیا پڑھنا، یا نہ پڑھنا؟

الجواب

بندہ کے نزدیک سب احادیث جمع کر کے راجح نہ پڑھنا ہے کہ حجت اس کی قوی ہے۔ (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۰۳)

فجر کی سنتیں بعد طلوع آفتاب پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: فجر کی سنت اگر قبل از فرض ادا نہ ہوئی ہوں تو بعد طلوع آفتاب کے ان کا ادا کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعد طلوع آفتاب اگر سنن ادا کرے تو اولیٰ ہے کوئی ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۰۴)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۶۷۲/۱، ظفیر

☆ **اگر سنت فجر بعد فرض پڑھ لے، تو کیا حرج ہے:**

سوال: سنت فجر اگر جماعت ترک ہونے کی وجہ سے نہ پڑھ سکا تو قبل طلوع آفتاب بعد جماعت کے پڑھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ بعد طلوع پڑھنے کو بہتر بتلاتے ہیں؟

الجواب

فرض پڑھنے کے بعد سنن فجر کا طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے، اگر قضا ہی کرنی ہے تو طلوع شمس کے بعد کرنی چاہیے، ورنہ ضرورت تو اس کی بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ مستقلاً سنتوں کی قضا نہیں ہے، البتہ اگر فرض بھی قضا ہو گئے ہیں تو پھر ان کے ساتھ زوال سے پہلے پہلے سنتوں کی بھی قضا کرے۔ شامی نے قول درمختار "ولا يقضيها إلا بطريق التبعية" کے تحت میں لکھا ہے:

أى لا يقضى سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعاً لقضائه لو قبل الزوال و أما إذا فاتت وحدها فلا تقضٰى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عند هما وقال محمد: أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال كما فى الدرر. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۶۷۲/۱، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۵/۴)

سنت ظہر کے مسائل

ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرنا:

سوال: آیا امام نماز ظہر کی سنتیں پڑھنے سے پہلے پڑھا سکتا ہے؟ کیا نماز ہو جائے گی؟ نماز میں تو کوئی حرج واقع نہ ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس صورت میں فرضِ ظہر ادا ہو جائے گا؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت ہے؛ کیوں کہ ظہر کی چار سنتیں مؤکدہ ہیں اور ان کا وقت فرض سے پہلے ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۹۷/۷)

ظہر کی جماعت کے وقت آنے والا پہلی سنت کب پڑھے گا:

سوال: اگر کوئی شخص ظہر کی نماز کو ایسے وقت آیا کہ جماعت ہو رہی تھی، بغیر سنت پڑھے ہوئے جماعت میں شریک ہوا تو چار سنت کس وقت پڑھے اور کیا نیت کرے قضا، یا ادا؟

---

(۱) عن عبد الله بن شفيق قال: سألت عائشة عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه؟ فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصلي ركعتين وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ويصلي بالناس العشاء ويدخل بيتي فيصلي ركعتين وكان يصلي من الليل تسع ركعات فيهن الوتر وكان يصلي ليلاً طويلاً قائماً وليلاً طويلاً قاعداً وكان إذا قرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم وإذا قرأ قاعداً ركع وسجد وهو قاعد وكان إذا طلع الفجر صلىٰ ركعتين. (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً : ۲۵۲/۱، قديمي. كذا في سنن أبي داؤد، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱۷۸/۱، انيس)

(وسن) مؤكداً (أربع قبل الظهرو) أربع قبل (الجمعة) الخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۲/۲، سعيد)

عن إبراهيم أنه قال: ما اجتمع أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم على شيء من الصلاة كما اجتمعوا على التنوير بالفجر والتكبير بالمغرب ولم يكونوا على شيء من التطوع أشد مثابرة منهم على أربع قبل الظهر وركعتين قبل الفجر. (الآثار لأبي يوسف، باب الأذان، رقم الحديث: ۹۸، انيس)

الجواب

بعد فرض کے چار سنت پڑھے، دوسنت سے پہلے، یا پیچھے اور نیت سنت ظہر کی کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۲۰۲/۴)

ظہر کی سنتیں پڑھتے وقت جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کرے:

سوال: ظہر کی سنتیں پڑھتے وقت جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کرے؟

الجواب

ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا، اگر درمیں فرض شروع ہوجائیں تو سنتیں پوری کرکے سلام پھیر دے اور فرض میں شامل ہوجائے؛ لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہوجائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کریں تو یہ بھی جائز ہے، پہلی صورت بہتر ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۲۱/۳)

ظہر کی سنت جو فرض کی وجہ سے دو رکعت پر ختم کردی گئیں، بعد فرض چار پڑھی جائیں گی:

سوال: زید ظہر کی سنت پڑھ رہا تھا، ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کی جماعت کھڑی ہوگئی، اس نے دو رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیر دیا تو اس کو فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہیے، یا چار؟

الجواب

اس کو بعد فرض کے چار رکعت سنت ظہر پڑھنی چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۲۰۲/۴)

(۱) (بخلاف سنة الظهر)وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدى (ثم يأتى بها) علىٰ أنها سنة (فى وقته) أى الظهرقبل شفعه عند محمد وبه يفتىٰ. (الدرالمختار)

أقول: وعليه المتون لكن رجح فى الفتح تقديم الركعتين، قال فى الإمداد وفى فتاوىٰ العتابى: إنه المختار، وفى مبسوط شيخ الإسلام: أنه الأصح لحديث عائشة أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهريصليهن بعد الركعتين وهوقول أبى حنيفة وكذا فى جامع قاضى خان، آه، والحديث قال الترمذى: حسن غريب، فتح. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۱۲/۲-۵۱۴، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها. قال أبوعيسىٰ: هٰذا حديث حسن غريب إنما نعرفه من حديث ابن المبارك ومن هٰذا الوجه. (الجامع للترمذى، كتاب الصلاة، باب آخر: ۹۷/۱، قديمى، انيس)

(۲) قال فى الدر المختار: والشارع فى نفل لايقطع مطلقاً ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهرو)سنة (الجمعة إذا أقيمت أوخطب الإمام) يتمها أربعًا (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة. (الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۸/۲، ط: سعيد) ==

چار رکعت نفل کی نیت کر کے دو رکعت پر سلام پھیرنے سے کیا دو رکعت کی قضا لازم ہے:

سوال: اگر ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی تو وہ دو ہی رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو گیا تو دو رکعت کی قضا لازم ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

چار رکعت نفل کی نیت کرنے سے چاروں لازم نہیں ہوئی، صرف دو لازم ہوئی، لہٰذا دو پر سلام پھیرنے سے دوسری دو کی قضا لازم نہیں، بغیر لازم سمجھے، اگر پڑھے گا تو اجر ملے گا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۹/۷)

== (بخلاف سنة الظهر)وكذا الجمعة (فإنه)إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدى (ثم يأتى بها) علىٰ أنها سنة (فى وقته) أى الظهر قبل شفعه عند محمد وبه يفتىٰ. (الدر المختار)

وفى الرد تحت قوله (وبه يفتىٰ)أقول:وعليه المتون لكن رجح فى الفتح تقديم الركعتين،قال فى الإمداد وفى فتاوىٰ العتابى:إنه المختار،وفى مبسوط شيخ الإسلام:أنه الأصح لحديث عائشة أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين وهو قول أبى حنيفة وكذا فى جامع قاضى خان،اُه،والحديث قال الترمذى:حسن غريب،فتح.(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب إدراك الفريضة: ۱/ ٦٧٣،ظفير غفرله)

عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها.قال أبو عيسىٰ : هٰذا حديث حسن غريب.(سنن الترمذى،باب آخر : ۹۷/۱،انيس)

☆ اگر کسی نے چار رکعت کی نیت توڑ دی تو پھر اس پر کتنے رکعت واجب ہوں گی:

سوال: سنت مؤکدہ مثل ظہر چار رکعت کی نیت توڑ دی تو اس کو دو رکعت واجب ہیں، یا چار؟

الجواب ــــــــــــــــ

چار۔(''(وسن) مؤكدًا (أربع قبل الظهر و)أربع قبل (الجمعة و)أربع (بعد ها بتسليمة) فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة و لذا لو نذرها لايخرج عنه بتسليمتين''.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ٤٥١/٢،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(ولايصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فى القعدة الأولىٰ فى الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها).

(الدر المختار)وفى الرد تحت (قوله:ولا يصلى): أقول:قال فى البحر فى باب صفة الصلاة:إن ماذكر مسلم فيما قبل الظهر لما صرحوا به من أنه لاتبطل شفعة الشفيع بالانتقال إلى الشفع الثانى منها ولو أفسدها قضىٰ أربعاً''.(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل ٤٥٦/٢،دار الكتب العلمية بيروت ملتان،انيس) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۲/۴)

(۱) نعم اعتبروا كون كل شفع علىٰ حدة فى حق القراء ة احتياطاًوكذا فى عدم لزوم الشفع الثانى قبل القيام إليه، لتردده بين اللزوم وعدمه،فلا يلزم بالشك ولذا يقطع علىٰ رأس الشفع إذا أقيمت الصلاة أوخرج الخطيب''.(رد المحتار،باب الوتر والنوافل،مطلب:قولهم:كل شفع من النفل صلاة ليس مطرداً: ۱۷/۲،سعيد)==

ظہر سے پہلے چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص نے سنتِ مؤکدہ ظہر کے لیے چار رکعت کی نیت باندھی کہ فرض شروع ہوگیا، وہ شخص دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوگیا۔ اب اسے جماعت کے بعد باقی دو رکعت پڑھنا چاہیے، یا دو رکعتیں تو پڑھی ہوئی نفل بن گئیں، دوبارہ چار رکعت پڑھے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

ایسی حالت میں چار رکعت پڑھے، جو نیت باندھی تھی، وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے نفل بن گئی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۸/۷)

== ’’قوله: (قضى ركعتين لو نوىٰ أربعاً وافسده بعد القعود الأول أوقبله) يعنى فيلزمه الشفع الثانى إن أفسده بعد القعود الأول والشروع فى الثانى والشفع الأول فقط إن أفسده قبل القعود، بناءً علىٰ أنه لايلزمه بتحريمة النفل أكثر من الركعتين وإن نوىٰ أكثر منهما، وهوظاهر الرواية عن أصحابنا، إلابعارض الاقتدا‘‘. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۰٤/۲، رشيدية)

(۱) ’’(كذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أوخطب الإمام) يتمها أربعاً (علىٰ) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، ليس القطع للإكمال بل للابطال، خلافاً لما رجحه الكمال‘‘. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة: ۵۳/۲، سعيد)

(وإن كان) قد شرع (فى سنة الجمعة فخرج الخطيب أو) شرع (فى سنة الظهر، فأقيمت) الجماعة (سلم بعد الجلوس (علىٰ رأس ركعتين)، كذا روى عن أبى يوسف والإمام، (وهو الأوجه) ... (ثم قضى السنة) أربعاً لتمكنه منه (بعد) أداء (الفرض) مع ما بعده فلا يفوت فرض الاستماع والأداء علىٰ وجه أكمل، ولا إبطال. صحح جماعة من المشائخ أنه يتمها أربعاً؛ لأنها كصلاة واحدة. (مراقى الفلاح، كتاب الصلاة)

فى حاشية الطحطاوى تحت قوله: (لأنها كصلاة واحدة) وليس القطع للإكمال بل للابطال صورة ومعنىٰ؛ إذا فيه ابطال وصف السنة لا اكمالها‘‘. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى، باب ادراك الفريضة، ص: ٤٥١، قديمى)

☆ ظہر کی پہلی سنتیں دو سلام سے پڑھنا:

سوال: چار رکعت سنتِ مؤکدہ ظہر دو دو رکعت علاحدہ خواندن جائز است، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

نہ۔(’’(و) السنة (قبل فرض الظهر) ... (و) قبل (الجمعة) ... (وبعدها أربع) بتسليمة، فلو صلىٰ بتسليمتين لم يعد من السنة، آه. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۹۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

عن القرثع عن أبى أيوب الأنصارى رضى الله عنه قال أدمن رسول الله صلى الله عليه وسلم أربع ركعات بعد زوال الشمس فقلت يارسول الله صلى الله عليه وسلم تدمن هؤلاء الأربع ركعات فقال يا أبا أيوب إذا زالت الشمس فتحت أبواب السماء قلن تريح حتىٰ يصلى الظهر فأحب أن يصعد لى فيهن عمل صالح قبل أن تريح ==

فرض نماز کے بعد ظہر کی چار رکعت سنت مؤکدہ کی حیثیت:

سوال: ایک عالم کا کہنا ہے کہ ظہر کی سنت مؤکدہ جو فرض سے پہلے ہے، اگر اس کو فرض سے قبل نہیں پڑھا گیا تو اس کی حیثیت نفل کی ہوگئی، اگر کوئی شخص اس کو نہ پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا، نیز وہ سنت بعد میں قضا کی نیت سے پڑھی جائے گی، ادا کی نیت سے نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وقت کے اندر اندر اس کی حیثیت سنت ہی کی ہے، نفل کی نہیں اور سنت ہی کی نیت سے پڑھی جائے گی، اگر چہ اس کے اپنے اصلی وقت سے ہٹنے کے سبب اس پر قضا کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔(۱) فقط، واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللّٰہ قاسمی، ۱۶/۵/۱۴۱۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۴۱-۴۴۲)

== فقلت یارسول اللّٰہ أو فی کلھن قراء ۃ قال: نعم،قلت: بینھن تسلیم فاصل، قال: لا إلا التشھد. (شرح معانی الآثار للطحاوی،باب التطوع باللیل والنھار کیف ھو: ۱/۲۳۳،ط: ثاقب بک ڈپو، دیوبند، انیس) فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۹۹)

ظہر کی چار سنتوں کی حیثیت بعد ادائیگی فرض:

سوال: ظہر کے فرض پہلے پڑھ لیے تو اب چار سنت قبلیہ نفل ہوگئی، یا سنت مؤکدہ ہی رہی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب تک وقت باقی ہے، ادا کرنا چار رکعات قبل ظہر کا سنت مؤکدہ ہے، اگر قبل از فرض ظہر چار رکعت سنت قبل ظہر والی ادا نہ کی تو بعد فرض کے ادا کرنی چاہیے۔ (بخلاف سنة الظھر) وکذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت رکعة (یترکھا) و یقتدی (ثم یأتی بھا) علٰی أنھا سنة (فی وقته) أی الظھر. (الدر المختار)

(علٰی أنھا سنة): أی اتفاقاً، وما فی الخانیة وغیرھا من أنھا نفل عنده سنة عندھما فھو من تصرف المصنفین؛ لأن المذکور فی المسئلة الاختلاف فی تقدیمھا أو تأخیرھا والاتفاق علٰی قضائھا وھو اتفاق علٰی وقوعھا سنة کما حققه فی الفتح وتبعه فی البحر والنھر وشرح المنیة. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۱۲-۵۱۳، دار الکتب العلمیة بیروت، ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۲۰۸)

(۱) (بخلاف سنة الظھر) وکذا الجمعه (فإنه) إن خاف فوت رکعة (یترکھا) ویقتدی (ثم یأتی بھا) علٰی أنھا سنة (فی وقته) أی الظھر. (الدر المختار)

وفی الرد تحت (قوله علٰی أنھا سنة) (أی اتفاقا، وما فی الخانیة وغیرھا من أنھا نفل عنده، سنة عندھما فھو من تصرف المصنفین؛ لأن المذکور فی المسئلة الاختلاف فی تقدیمھا أو تأخیرھا، والاتفاق علٰی فضائھا، وھو اتفاق علٰی وقوعھا سنة. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ادراک الفریضة: ۲/۵۱۲-۵۱۳، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

ظہر کی پہلی والی سنت چھوٹنے کے بعد، بعد کی سنت سے پہلے پڑھے، یا بعد میں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے اور پہلی چار سنتیں رہ گئی ہوں تو پہلے دوسنت پڑھے، یا چار؟

الجواب

ظہر کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر جماعت میں شریک ہوجانے کی وجہ سے رہ جائیں تو فرضوں کے بعد اختیار ہے، چاہے پہلے چار سنتیں پڑھے اور پھر دو، یا پہلے دو پڑھے، پھر چار، دونوں طرح جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳/۳۲۳)

سنت ظہر اگر چھوٹ جائے تو فرض کے بعد کس طرح ادا کیا جائے:

سوال: ایک شخص ظہر کی نماز کے وقت مسجد اس وقت پہونچا، جب فرض کی جماعت ہو رہی تھی، وہ بغیر سنت پڑھے جماعت میں شامل ہوگیا تو فرض نماز کے بعد سنتوں کو کس ترتیب سے پڑھے، گذارش ہے کہ فقہاء احناف کے اقوال میں اختلاف کی صورت میں راجح قول کی نشاندہی کتاب کے حوالہ کے ساتھ فرمادیں؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، جس ترتیب سے چاہیں، پڑھ لیں، دونوں منقول ہے اور ترجیح میں بھی دونوں قول ہیں۔ درمختار میں ہے:

(بخلاف سنة الظهر) ...(فأنه) ... (يتركها) ...(ثم يأتي بها) ... (في وقته)أي الظهر(قبل شفعه) عند محمد، وبه يفتي .

اور شامی میں ہے:

(وبه يفتي) أقول وعليه المتون،لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد وفي فتاوى العتابي: أنه المختار،وفي مبسوط شيخ الإسلام: أنه الأصح.(۲)

(۱) (بخلاف سنة الظهر)وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدي (ثم يأتي بها)على أنها سنة (في وقته) أي الظهر(قبل شفعه)عند محمد،وبه يفتى.(الدرالمختار)

وفي الرد تحت قوله (به يفتى) أقول:وعليه المتون لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد وفي فتاوىٰ العتابي: أنه المختاروفي مبسوط شيخ الإسلام: أنه الأصح،لحديث عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا فاتته الأربع قبل الظهريصليهن بعد الركعتين وهو قول أبي حنيفه وكذا في جامع قاضي خان.(الدر المختارمع رد المحتار،كتاب الصلاة،باب ادراك الفريضة:۲/۵۸،ط:سعيد)

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار،باب ادراك الفريضة:۲/۵۱۲_۵۱۴،دار الكتب العلمية بيروت لبنان،انيس

اور ہمارے علماء اسلاف کا عمل بھی دونوں طریقوں پر رہا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۱/۹/۱۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۴۲-۴۴۳)

ظہر کے بعد چار رکعت کا معمول کیسا ہے:

سوال: ایک شخص فرض ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ظہر پڑھتا ہے، اس کے بعد فرض ظہر ادا کرتا ہے، جماعت سے فرض ظہر ادا کرنے کے بعد دو رکعت سنت نہیں پڑھتا؛ بلکہ بجائے دو کے چار رکعت سنت اکٹھی پڑھتا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے، اس میں کچھ حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال ابن الهمام: وصرح جماعة من المشائخ أنه يستحب أربع بعد الظهر لحديث رووه وهو أنه صلى الله عليه وسلم قال: ”من صلّٰى أربعاً قبل الظهر وأربعاً بعدها حرمه الله على النار“. {رواه أبوداؤد والترمذى والنسائى}(۲)

ثم اختلف أهل هٰذا العصر فى أنها تعتبر غير ركعتى الراتبة أوبهما وعلى التقدير الثانى هل تؤدى معها بتسليمة واحدة أو لا؟ فقال جماعة: لا؛ لأنه إن نوٰى عند التحريمة السنة لم يصدق فى الشفع الثانى أوالمستحب لم يصدق فى السنة ... ووقع عندى أنه إذا صلى أربعاً بعد الظهر بتسليمة أوثنتين وقع عن السنة المندوب سواء احتسب هو الراتبة منها أو لا.(۳)

(۱) البتہ زیادہ راجح یہی ہے کہ پہلے ظہر کی دو رکعت سنت پڑھی جائے، اس کے بعد ظہر سے پہلے والی چار رکعت سنت ادا کی جائے، علامہ ابن ہمام نے شرح فتح القدیر میں اسی کو اولیٰ قرار دیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔[مجاہد]

والأولٰى تقديم الركعتين؛ لأن الأربع فاتت عن الموضع المسنون فلا تفوت الركعتان أيضا عن موضعهما قصدًا بلا ضرورة ...وقد روى عن عائشة أنه صلى الله عليه وسلم إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاها بعد الركعتين. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة: ١/٤٩٣، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل: ١/٤٦٠، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

عن أم حبيبة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلّٰى قبل الظهر أربعاً وبعدها أربعاً حرمه الله تعالٰى على النار. (الجامع للترمذى. باب ما جاء فى الأربع قبل الظهر، باب آخر: ١/ ٩٨، قديمى، انيس)

عن عنبسة بن أبى سفيان قال: قالت أم حبيبة زوج النبى صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حافظ علٰى أربع ركعات قبل الظهر وأربع بعدها حرم على النار. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب الأربع قبل الظهر وبعدها، ص: ١٨٠، انيس)

(۳) فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل: ١/٤٦٠، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

پس معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص استحباب پر عمل کرے فرض ظہر کے بعد صرف چار رکعت پڑھ لیا کرے دو رکعت سنت علیحدہ نہ پڑھے، بنابر تحقیق شیخ ابن ہمام کوئی حرج نہیں۔

ان چار رکعت میں دو رکعت سنت ہی محسوب ہو جائیں گی، خواہ ان کی نیت کرے، یا نہ کرے، البتہ مختار یہ ہے کہ چار رکعت کو بعد فرض ظہر دو سلام سے پڑھ لیا کرے؛ تاکہ کسی کا اختلاف ہی نہ رہے اور اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے، جس میں یہ ہے:

عن علی قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی قبل الظھر أربعاً وبعدھا رکعتین". (الحدیث)(۱)

اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ یہ تھی کہ دو رکعت سنت بعد فرض ظہر کے پڑھا کرتے تھے؛ اس لیے کمال اتباع سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہے کہ دو رکعت سنت فرض ظہر کے بعد علاحدہ پڑھنے کا اہتمام کرے، چار رکعت پر دوام کرنا دو رکعت سنت علاحدہ نہ پڑھنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل کرنے سے مانع ہے، آئندہ اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۱۰/۴-۲۱۱)

ظہر و مغرب کی نوافل کا ثبوت:

سوال: نماز نفل دو رکعت جو فرضوں کے بعد وقت ظہر اور وقت مغرب پڑھے جاتے ہیں، اس کا ثبوت کس کتاب حدیث، یا فقہ سے ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

بعد فرض ظہر و مغرب کے دو رکعت سنت موکدہ ہیں، جملہ احادیث سے ثابت ہیں، جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ماسوائے اس کے جو نوافل ہیں، وہ مشروع ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۴)

☆ ☆ ☆

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی الأربع قبل الظھر، رقم الحدیث: ٤٢٤، انیس

عن عبد اللّٰہ شقیق قال سألت عائشة عن صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر أربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین وکان یصلی من اللیل تسع رکعات فیھن الوتر وکان یصلی لیلاً طویلاً قائماً ولیلاً طویلاً قاعداً وکان إذا قرأ وھو قائم رکع وسجد وھو قائم وإذا قرأ قاعداً رکع وسجد وھو قاعد وکان إذا طلع الفجر صلی رکعتین .(الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً الخ: ۱/۲۵۲، قدیمی. کذا فی سنن أبی داؤد، باب تفریع أبواب التطوع ورکعات السنۃ، ص: ۱۷۸، انیس)

سنت جمعہ کے مسائل

جمعہ کی سنتوں کی نیت کس طرح کرے:

سوال: جمعہ میں اول کی چار رکعت اور بعد جمعہ چھ رکعت کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب

چار رکعت سنت پڑھتا ہوں۔ فقط

(بدست خاص، ص: ۳۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۸۲)

خطبۂ جمعہ شروع ہونے کے بعد آنے والا پہلی چار سنتیں ادا کرے، یا نہ کرے:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص ایسے وقت آ کر کے شریک ہوا کہ خطبہ جمعہ کا ہو رہا ہے تو فرضوں سے پہلی جو چار سنتیں ہیں، ان کو کب ادا کرے، یا نہ کرے؟ یہاں پر لوگ اصرار کرتے ہیں کہ وہ سنت خطبہ ہونے سے پہلے پڑھے تو پڑھ لے اور بعد جمعہ کے وہ نہیں پڑھی جاتی ہیں، وہ معاف ہو جاتی ہیں؟

الجواب

جمعہ کے بعد والی سنتِ مؤکدہ ادا کرنے کے بعد ان سنتوں کو پڑھے، جو جمعہ سے قبل والی فوت ہوگئی ہیں۔(۱)

كما في الدرالمختار: (بخلاف سنة الظهر) وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدیٰ (ثم يأتي بها) علىٰ أنها سنة (في وقته) أي الظهر (قبل شفعه) عند محمد وبه يفتىٰ.

وقال الشامي تحت (قوله وبه يفتى): أقول وعليه المتون لكن رجحع في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد وفي فتاوى العتابي: أنه المختار وفي مبسوط شيخ الإسلام: أنه الأصح لحديث عائشة أنه عليه السلام: كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين، وهو قول أبي حنيفة وكذا في جامع قاضي خان، آه، والحديث قال الترمذي: حسن غريب، فتح. (۲)

(۱) عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها. قال أبو عيسىٰ: هٰذا حديث حسن غريب. (سنن الترمذي، باب آخر بعد باب ماجاء في الركعتين بعد الظهر: ۹۷/۱، قديمي)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة: ۵۸/۲-۵۹، دار الفكر بيروت، انيس

اور بعض کتابوں میں ان سنتوں کا ساقط ہو جانا لکھا ہے؛ مگر شامی نے ان کے ایک استدلال (۱) کا جواب دے دیا ہے اور دوسرے استدلال کے بعد تأمل فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی پہلی سنتوں کا ظہر کی پہلی سنتوں کے (۲) برابر ہونا راجح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اور اگر بالفرض اُن کے سقوط کو راجح کہا جاوے، تب بھی قضا سے اصرار کے ساتھ منع کرنا ٹھیک نہیں، کوئی شخص احتیاط کی بنا پر پڑھے تو اس کے روکنے کے کیا معنی، سنت نہ ہوں گی تو نفل کا ثواب مل جاوے گا۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، ۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ۔

الجواب صحیح ظفر احمد عفا عنہ، ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۲۲۹)

سنت پڑھنے کے دوران خطبہ شروع ہو جائے تو کیا کیا جائے:

سوال: خطبۂ جمعہ کے شروع ہونے سے پہلے کسی نے سنت شروع کردی تو اب وہ کیا کرے، جب کہ خطبہ شروع ہو گیا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً

سنت شروع کرنے کے بعد اگر خطبۂ جمعہ شروع ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ ہلکی ہلکی رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے، ایسے ہی نماز نہ توڑے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۹۷)

---

(۱) وفي هذا الاستدلال نظر؛ لأنه انما يدل علىٰ أنها لا تصلى بعد خروجه لا علىٰ أنها تسقط بالكلية ولا تقضى بعد الفروغ من المكتوبة ولا لزم أن لا تقضى سنة الظهر أيضاً فانه ورد في حديث مسلم وغيره "اذا أقيمت الصلاة فلا صلٰوة إلا المكتوبة"، نعم قد يستدل للفرق بينهما بشئ آخر وهو أن القياس في السنن عدم القضاء كما مر وقد استدل قاضي خان لقضاء سنة الظهر بما عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعده، فيكون قضاء ها ثابت بالحديث علىٰ خلاف القياس كمافي سنة الفجر كما صرح به في الفتح، فالقول بقضاء سنة الجمعة يحتاج الىٰ دليل خاص، وعليه تنصيص المتون علىٰ سنة الظر دليل علىٰ أن سنة الجمعة ليست كذلك فتأمل. (ردالمحتار، باب إدراك الفريضة، مطلب هل الاساء ة دون الكراهة: ۲/۵۸، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) وقد صرح به ابن نجيم في البحر: النظر. (البحر الرائق، باب الجمعة)

(۳) (كذا سنة الظهر و) سنة (سالجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، ليس القطع للإكمال بل للابطال، خلافاً لما رجحه الكمال. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۳، سعيد)

☆ **سنت قبل الجمعہ نہ پڑھ سکے تو کیا کرے:**

سوال: چار رکعت سنت قبل جمعہ اگر رہ جائیں تو بعد جمعہ ان کو پڑھے، یا نہیں؟ ==

فرض نماز سے قبل والی سنت فرض کے بعد کب پڑھی جائے گی:

سوال (۱) جمعہ کی چار رکعت سنت اگر کسی کو نہیں ملی تو فرض کے بعد اس کو ادا کرے، یا اس سنت کو پہلے ادا کرے، جو فرض کے بعد پڑھی جاتی ہے؟

(۲) ظہر کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

(۳) فجر کی سنت اگر کسی نے نہیں پڑھی اور فرض پڑھ چکا ہے تو سنت کس وقت ادا کرے اور نیت کس طرح کرے؟ سنت کی قضا پڑھے، یا نہ پڑھے؟

(المستفتی: ۹۷۷، محمد رفیع سوداگر چرم، ضلع میدنی پور، یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۵/فروری ۱۹۳۶)

الجواب

(۱) جمعہ سے پہلے کی چار رکعتیں نماز کے بعد پڑھ لے اور چاہے انہیں پہلے پڑھ لے، یا بعد والی پہلے پڑھے، دونوں جائز ہیں۔(۱)

(۲) یہ بھی دونوں طرح جائز ہے۔(۲)

== الجواب

بعد ادائے جمعہ سنت قبل جمعہ کو ادا کرنا چاہیے۔(''(ولا یقضیها إلا بطریق التبعیة) لقضاء (فرضها قبل الزوال لا بعده فی الأصح) ... (بخلاف سنة الظهر) وکذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت رکعة (یترکها) ویقتدی (ثم یأتی بها) علیٰ أنها سنة (فی وقته) أی الظهر (قبل شفعه) عند محمد وبه یفتیٰ''.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۶۷۲/۱، ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۳/۴)

جمعہ کے پہلے کی سنت بعد جمعہ:

سوال: جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں، وہ رہ جائیں تو قضا کرے، یا نہیں؟

الجواب

جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں، اگر ان کو نہ پڑھ سکا تو بعد جمعہ کے پڑھے۔

کما قال فی الدر المختار: (بخلاف سنة الظهر) وکذا الجمعة ... (ثم یأتی بها) علیٰ أنها سنة (فی وقته)، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۵۸/۲، ظفیر) واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۳/۴)

(۱-۲) (بخلاف سنة الظهر)، وکذا الجمعة، (فانه) ان خاف فوت رکعة (یترکها) ویقتدی، (ثم یأتی بها) علیٰ أنها سنة (فی وقته)، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۵۸/۲، ط: سعید)

(۳) بعد طلوع آفتاب پڑھ سکتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳/۳۱۷-۳۱۸)

جمعہ کے بعد کی رکعات سنت کتنی ہیں:

سوال: بعد جمعہ کے رکعت مسنون ہیں؟

الجواب

چھ رکعت، چار ایک سلام اور دو ایک سلام سے۔(۲) فقط (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۰۴)

☆ ☆ ☆

(۱) إذا فالت(سنة الفجر) وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع ...وقال محمد رحمه الله"أحب إلٰى أن يقضيها إلى الزوال، كما فى الدرر، قبل هٰذا قريب من الاتفاق؛لأن قوله:" أحب إلٰى"دليل علٰى أنه لولم يفعل لالوم عليه وقالا:"لايقضٰى وإن قضٰى فلا بأس به.(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ٥٧/٢، ط:سعيد)

(۲) عن نافع قال: كان ابن عمر رضى الله عنهما يطيل الصلاة قبل الجمعة ويصلى بعدها ركعتين فى بيته ويحدث أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يفعل ذلك.(سنن أبى داؤد، باب الصلاة بعد الجمعة، رقم الحديث: ١١٢٨، انيس)

عن إبراهيم أن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه كان يصلى قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا لايفصل بينهن بتسليم.(شرح معانى الآثار، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو؟، رقم الحديث: ١٩٧٠، انيس)

عشا کی سنت کے مسائل

عشا کے فرض کے بعد سنتوں اور وتر کا افضل وقت:

سوال: عشا کے فرض کے بعد سنتوں اور واجب ادا کرنے کے لیے افضل وقت کون سا ہوگا؟

الجواب

سنتوں کو عشا کے فرضوں کے متصل ادا کیا جائے،(۱) وتر میں افضل یہ ہے کہ اگر تہجد میں اٹھنے کا بھروسہ ہو تو تہجد کی نماز کے بعد وتر پڑھے اور اگر بھروسہ نہ ہو تو عشا کی سنتوں کے ساتھ ہی پڑھ لینا ضروری ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۱۳)

(۱) عن عبد الله بن شفيق قال: سألت عائشة عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصلي ركعتين وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ويصلي بالناس العشاء ويدخل بيتي فيصلي ركعتين وكان يصلي من الليل تسع ركعات فيهن الوتر وكان يصلي ليلاً طويلاً قائماً وليلاً طويلاً قاعداً وكان إذا قرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم وإذا قرأ قاعداً ركع وسجد وهو قاعد وكان إذا طلع الفجر صلى ركعتين. (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً: ۲۵۲/۱، قديمي. كذا في سنن أبي داؤد، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱۷۸/۱، انيس)

عن كريب مولى ابن عباس رضي الله عنهما أن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما حدثه قال: فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين بعد العشاء ثم ركعتين ثم ركعتين ثم أوتر بثلاث. (شرح معاني الآثار، باب الوتر: ۲۸۸/۱، عالم الكتب، رقم الحديث: ۱۷۱۳، انيس))

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً. (صحيح البخاري، كتاب الوتر، باب ليجعل آخر صلاته وتراً: ۱۹۹/۱، رقم الحديث: ۹۹۸، بيت الأفكار الدولية، انيس)

(۲) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليؤتر أوله ومن طمع أن يقوم آخره فليؤتر آخر الليل فإن صلاة آخر الليل مشهودة و ذلك أفضل. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب من خاف أن لا يقوم من آخر: ۲۹۷/۱، رقم الحديث: ۷۵۵، بيت الأفكار الدولية/ مصنف ابن أبي شيبة، من قال: يجعل الرجل آخر صلاته بالليل وترا، رقم الحديث: ۶۷۰۷، / مسند الإمام أحمد، مسند جابر بن عبدالله رضي الله عنه، رقم الحديث: ۱۴۲۰۷، انيس)

(ويستحب... تأخير... الوتر إلى آخر الليل لمن يثق بالإنتباه، ومن لم يثق بالإنتباه أوتر قبل النوم، هكذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: ۵۲/۱، كتاب الصلاة، الباب الأول، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات)

مسائل سنن ونوافل- سنن غیر مؤکدہ

سنت مؤکدہ اور فرض کے درمیان نوافل:

سوال: سنت مؤکدہ اور فرض کے درمیان نوافل پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ جماعت میں دیر ہو تو نوافل میں مشغول ہونا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

سنن مؤکدہ پڑھنے کے بعد اگر جماعت میں دیر ہو، تو نوافل پڑھنے میں کچھ حرج نہیں، سوائے سنت فجر کے، اس کے بعد نوافل تا طلوع وارتفاع آفتاب درست نہیں ہیں۔

درمختار میں ہے:

"وكذا الحكم من كراهة نفل ... بعد طلوع فجر سوىٰ سنته". (۱)

پس دیگر اوقات میں مثلاً ظہر کی نماز میں سنن مؤکدہ پڑھنے کے بعد اگر بوجہ تاخیر جماعت کوئی شخص نوافل میں مشغول ہوجاوے تو کچھ حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ وقت نوافل کی کراہت کا نہیں ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۸/۴)

---

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمختار، كتاب الصلاة: ۳٤۹/۱، ظفير

(۲) تسعة أوقات يكره فيها النوافل وفى معناها لا الفرائض، هكذا فى النهاية والكفاية فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان، منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر ... ويكره فيه التطوع بأكثر من سنة الفجر ... وعنها ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس ... ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير ... ومنها ما بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب. وعند الاقامة يوم الجمعة وعند خطبة الجمعة والعيدين و الكسوف والاستسقاء ... يكره التنفل عند خطبة الحج وخطبة النكاح ... ويكره التطوع اذا خرج الامام للخطبة يوم الجمعة ... ويكره التنفل اذا أقيمت الصلاة الا سنة الفجر ان لم يخف فوت الجماعة، وقبل صلوٰة العيدين مطلقاً وبعدها فى المسجد لا فى البيت وبين صلوٰتى الجمع بعرفة ومزدلفة، هٰكذا فى البحر، ويكره جميع الصلوات سوى الوقتية اذا ضاق المكتوبة ... ويكره الصلاة وقت مدافعة البول أو الغائط، ووقت حضور الطعام اذا كانت النفس ... والوقت الذى يوجد فيه ما يشغل البال من أفعال الصلاة ويخل بالخشوع كائناً ما كان الشاغل ويكره أداء العشاء ما بعد نصف الليل، هٰكذا فى البحر. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الأول فى المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثالث: ۵۲/۱-۵۳، دار الفكر بيروت)

نوافل بہ نیت جبر نقصان فرائض:

سوال: ایک شخص نوافل اس نیت سے پڑھتا ہے کہ اس سے فرائض کا جبر نقصان ہو جائے، لہٰذا یہ نیت اس کی صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ مضمون حدیث شریف میں ہے کہ نوافل سے فرائض کا جبر نقصان ہوتا ہے، لہٰذا یہ نیت اس کی صحیح ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۵/۴)

نفل لازم کرنے سے لازم نہیں ہوتا:

سوال: کوئی شخص گناہ کرے اور پھر اپنے ذمہ یہ واجب کرلے کہ نماز کے بعد جو نوافل پڑھی جاتی ہیں، میں ان کو ضرور پڑھا کروں گا؛ تاکہ نفس گناہ کا ارادہ نہ کرے تو نفل کا پڑھنا اس کے ذمہ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

واجب نہیں، واجب یہ ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۵/۴)

---

(۱) عن أنس بن حكيم الضبى قال خاف من زياد أوابن زياد فأتى المدينة فلقى أبا هريرة قال فنسبنى فانتسبت له فقال يا فتى ألا أحدثك حديثاً؟قال قلت بلٰى رحمک اللّٰه قال يونس وأحسبه ذكره عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم:إن أول مايحاسب الناس به يوم القيامة من أعمالهم الصلاة قال:يقول ربنا عزوجل لملائكته وهو أعلم: انظروا فى صلاة عبدى أتمها أم نقصها ؟ فإن كانت تامة كتبت له تامة وإن كان انتقص منها شيئاً قال: انظروا هل لعبدى من تطوع؟ فإن كان له تطوع قال:أتموا لعبدى فريضته من تطوعه ثم توخذ الأعمال علٰى ذاک.(سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة،باب قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم :كل صلاة لايتمها صاحبها تتم من تطوعه،ص: ١٦٨،رقم الحديث: ٨٦٤، دار الفكر بيروت، انيس)

(ويأتى بالسنة) مطلقاً ... لكونها مكملات وأما فى حقه عليه الصلاة والسلام فلزيادة الدرجات.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب إدراک الفريضة: ٦٠/٢،دار الفكر بيروت،ظفير)

وفى المنافع:النوافل لجبر نقصان يمكن فى الفرائض؛لأن العبد وإن علت رتبته لايخلوعن تقصير.(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة،الفصل الحادى عشرفى التطوع قبل الفرض و بعده: ٢٩٨/٢،مكتبة زكرياديوبند،انيس)

(۲) وقد قال القاضى قياض:ما فى الحديث من تكفير الصغائر فقط هو مذهب أهل السنة فإن الكبائر لا يكفرها إلا التوبة أو رحمةاللّٰه تعالٰى أو فهى لا تكفر بعمل.(مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة: ٥٠٧/٢،دار الفكر بيروت،انيس)

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِى قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ، زَادَتْ، فَذَلِكَ الرَّانُ الَّذِى ذَكَرَهُ اللَّهُ فِى كِتَابِهِ: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾(المطففين: ١٤)(سنن ابن ماجة،باب ذكر الذنوب،رقم الحديث: ٤٢٤٤،انيس)

نفل نماز شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے، اگر شروع صحیح ہو:

سوال: اگر کسی نے نفل نماز شروع کی جب ایک رکعت پڑھ لی تو معلوم ہوا کہ کپڑا ناپاک ہے، نماز شروع کرنے کے بعد توڑ دی، کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

مسئلہ یہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے، پس جبکہ کسی نے نفل نماز شروع کرنے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑ دی تو اس پر اعادہ اس نماز کا واجب ہے، **هكذا في كتب الفقه.**

لیکن درمختار میں ہے کہ اگر شروع ہی صحیح نہ ہو تو اعادہ واجب نہیں ہوتا۔ عبارتہ: **(ولزم نفل شرع فيه) بتكبيرة الاحرام أوبقيام الثالثة شروعًا صحيحًا، إلخ".** (۱)

چوں کہ اس صورت میں شروع ہی صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے کہ مصلی کے کپڑے اول ہی سے ناپاک تھے، لہٰذا اعادہ اس نماز کا واجب نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۵/۴)

دو دو رکعت نفل کی قضا چار رکعت سے:

سوال (الف) اگر کسی شخص نے بہت رکعت نماز، دو رکعت کر کے پڑھنا شروع کیں؛ مگر توڑ دی تو اگر ایک دفعہ چار چار، یا آٹھ کی نیت سے قضا کر لیوے تو درست ہے، یا نہیں؟

(ب) اسی طرح اگر چار نفل، یا سنن غیر مؤکدہ اکھٹے پڑھے؛ مگر بعد میں فساد ظاہر ہوا، یا چار رکعت نماز کی نذر کی؛ مگر ادا دو دو کی تو یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

(ج) تراویح کی نیت کر کے توڑ دی، یا سنن مؤکدہ کی نیت کر کے توڑ دی تو بعد گزرنے وقت کے قضا لازم ہے، یا نہیں؟ اور اگر وقت میں پڑھے تو نیت واجب کی کرے، یا کس کی؟

(د) متصلاً ظہر کے بعد دو نفلوں کی نیت کی؛ مگر نیت کر کے توڑ دی، پھر اسی وقت نفل اسی نیت سے پڑھ لیے کہ جو ظہر کے بعد کے پڑھے جاتے ہیں، پڑھتا ہوں؛ مگر واجب کی نیت نہ کی تو شروع فی النفل کی وجہ سے نفل لازم ہوئے تھے، ادا ہوئے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

(الف) بہتر یہ ہے کہ دو دو کی قضا کرے، چار چار کی بھی درست ہے، رات میں چھ چھ، آٹھ آٹھ کی بھی درست ہے۔

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الوتر و النوافل: ۲۹/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(ب)　اس میں چار چار پڑھنا بہتر ہے، دو دو بھی صحیح ہے۔(۱)

(ج)　سنن مؤکدہ کی صورتِ مسئولہ میں قضا نہیں، (۲) تراویح کو بغیر جماعت کے قضا پڑھے، (۳) وقت میں نیت اعادہ کرے، بعد وقت نیت قضا فاسدہ کرے۔

(د)　ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۹/۶۴ھ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۹/۷-۲۱)

جمعہ کے دن دو پہر میں نفل پڑھنا کیسا ہے:

سوال:　نماز نفل ٹھیک دو پہر میں خصوصاً جمعہ کے دن پڑھنا امام ابو یوسفؒ کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔

درمختار میں لکھا ہے:

(کره) تحريماً... واستواء) إلا يوم الجمعة علىٰ قول الثاني المصحح المعتمد. كذا في الأشباه. ونقل الحلبي عن الحاوي أن عليه الفتوىٰ".(۴)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

"وعن أبي يوسف قال يجوز التطوع عند انتصاف يوم الجمعة".

(۱)　والإعادة فعل مثله): أى مثل الواجب، ويدخل فيه النفل بعد الشروع به كما مر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في تعريف الاعادة: ۶۳/۲، سعيد)

(۲)　قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: في وقته) فلا تقضىٰ بعده لا تبعاً ولا مقصوداً، بخلاف سنة الفجر (لاختصاص القضاء خارج الوقت بالواجبات، إلا ما ورد به الشرع). (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۸/۲، سعيد) (كتاب الصلاة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش، انيس)

"والشرع إنما ورد في قضاء ركعتي الفجر عند فوتها مع الفرض قبل الزوال كما في غداة ليلة التعريس". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع لوترك آه، ص: ۳۹۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

"ولا خلاف في سائر السنن سوىٰ سنة الفجر أنها لا تقضىٰ بعد الوقت إن فاتت وحدها، واختلف فيما إذا فاتت مع الفرض، والأصح أنها لا تقضى أيضاً لعدم ورود الشرع به، إلخ". (الحلبي الكبير، المصدر السابق، ص: ۳۹۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳)　إذا فاتت التراويح، لاتقضى بجماعة، وهل تقضى بلاجماعة؟ فقيل: نعم، ما لم يدخل وقت تراويح أخرىٰ، وقيل: ما لم يمض رمضان، وقيل: لاتقضى، وهو الصحيح، آه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لوترك، آه، ص: ۳۹۸-۳۹۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴)　الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۱۴۸/۲، دارالفكر بيروت، انيس

چوں کہ علامہ شامی نے ردالمحتار(۱) میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے، اس وجہ سے بعض منع فرماتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

منع کرنا ہی احوط ہے، جیسا کہ شامی میں مذکور ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۱/۴-۲۳۲)

نفل پڑھنے والا کسی دوسرے کے قرآن بآواز بلند پڑھنے کی وجہ سے نماز ترک نہ کرے گا:

سوال: ایک شخص مسجد میں نفل پڑھ رہا ہے، دوسرا شخص بلند آواز سے دعا مانگنے لگا اور آیاتِ قرآن شریف پڑھنے لگا تو نفل پڑھنے والا نماز توڑ کر آیتیں سنیں، یا نفل پڑھتا رہے اور جس نے نفل کی پرواہ نہ کی اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

نفل نماز پڑھنے والا نماز نہ توڑے اور جس نے بلند آواز سے دعاء مانگنی شروع کی اس نے بیجا کیا اس کو آہستہ دعا مانگنی چاہیے اور قرآن شریف آہستہ پڑھنا چاہیے، نفل نماز پڑھنے والے کو قرآن شریف سننے کی وجہ سے نماز توڑنا نہ چاہیے اور اس میں وہ گنہگار نہ ہوگا، گنہگار وہ ہوگا جو ایسے موقعہ پر بلند آواز سے پڑھتا ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۴/۴)

(۱) وقد وقع في عبارات الفقهاء أن الوقت المكروه هو انتصاف النهار الى أن تزول الشمس ... أو المراد بالنهار وهو النهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح الى غروب الشمس علىٰ هٰذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به، آه، وفي القنية: اختلف في وقت الكراهة عند الزوال، فقيل من نصف النهار الى الزوال لرواية أبي سعيد عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الصلاة نصف النهار حتىٰ تزول الشمس قال ركن الدين الصباعي وما أحسن هٰذا؛ لأن النهي عن الصلاة فيه يعتمد تصورها فيه اهـ وعزا في القهستاني في القول بأن المراد انتصاف النهار العرفي الى أئمة ما رواه النهروبأن المراد انتصاف النهار الشرعي وهو الضحوة الكبرىٰ الى الزوال الىٰ أئمة خوارزم (قوله الا يوم الجمعة) لما رواه الشافعي في مسنده نهىٰ عن الصلاة نصف النهار حتىٰ تزول الشمس الا يوم الجمعة، قال حافظ ابن حجر: في اسناده انقطاع، وذكر البيهقي له شواهد ضعيفة إذا ضمت قوى ... لكن شراح الهداية انتصروا لقول الامام، وأجابوا عن الحديث المذكور بأحاديث النهي عن الصلاة وقت الاستواء فانها محرمة، وأجاب في الفتح بحمل المطلق على المقيد، وظاهره ترجيح قول أبي يوسف، ووافقه في الحلية كما في البحر، لكن لم يعول عليه في شرح المنية والامداد، علىٰ أن هٰذا ليس من المواضع التي يحمل فيها المطلق على المقيد كما يعلم من كتب الأصول، وأيضاً فان حديث النهي صحيح رواه مسلم وغيره فيقدم بصحته، واتقان الأئمة على العمل به وكونه حاظرا، ولذا علماؤنا عن سنة الوضوء وتحية المسجد وركعتي الطواف ونحو ذلك فان الحاظر مقدم على المبيح. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بخول الوقت: ۳۷۱/۱-۳۷۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) لٰكن شراح الهداية انتصروا لقول الإمام وأجابوا عن الحديث المذكور بأحاديث النهي عن الصلاة وقت الإستواء فإنها محرمة. (ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۳٤٥/۱، ظفير) (مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۲۳/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۳) إلاّ أنه يجب على القارى احترامه بأن لايقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال فإذا قرأه فيهما كان ==

نوافل میں لمبی قرأت:

سوال: نوافل بقرأت طویل پڑھنا بہتر ہے، یا تلاوت قرآن مجید بہتر ہے؟

الجواب

نوافل بقرأت طویلہ افضل ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۴/۲۳۴)

عصر کے پہلے چار مستحب:

سوال: عصر کے چار مستحب ہمیشہ چار رکعت سنت مؤکدہ کی طرح پڑھا کرتے تھے، ایک صاحب بزرگ فرماتے ہیں کہ خاص کر عصر کے چار مستحب اور نفلوں میں بیچ کے تشہد کے بعد درود شریف اور دعا ضرور پڑھ کر اٹھ کر دو رکعت باقی پڑھے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ سوائے چار سنت قبل ظہر وقبل جمعہ باقی سنن ونوافل درمیان کے تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اور شفعہ ثانیہ میں ثنا اور اعوذ بھی پڑھے، اس کو شامی نے راجح واقویٰ کہا ہے اور دوسرا قول درمختار میں یہ لکھا ہے کہ درمیان کے قعدہ میں درود شریف وغیرہ نہ پڑھے؛ مگر اس کو شامی نے ضعیف کہا ہے؛ مگر صاحب قنیہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے، پس اس بنا پر بے شک عصر کے قبل چار سنتوں میں درمیان کے تشہد کے بعد درود شریف اور شفعہ ثانیہ میں ثنا وغیرہ پڑھنا چاہیے، باقی اگر کوئی نہ پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے کہ یہ بھی ایک قول ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۴/۲۳۸-۲۳۹)

== هو المضيع لحرمته فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج في إلزامهم ترك أسبابهم المحتاج إليها وكذا لو قرأعند من يشتغل بالتدريس أوبتكرار الفقه؛لأنه إذا أبيح ترك الاستماع لضرورة المعاش الدنيوي فلأن يباح لضرورة الأمر الديني أولى فيكون الإثم على القاري فيكون الإثم على القاري هٰذا إذا سبق الدرس على القراءة.(غنية المستملي فصل في بيان أحكام زلة القاري،فوائد تتمات،ص:٤٢٨،ظفير)

(۱) وكثرة الركوع والسجود أحب من طول القيام)كما في المجتبىٰ ورجحه في البحرلكن نظرفيه في النهرمن ثلاثة أوجه ونقل عن المعراج أن هٰذا قول محمد وأن مذهب الإمام أفضلية القيام و صححه في البدائع.قلت:و هٰكذا رأيته بنسختي المجتبىٰ معزياً لمحمد فقط فتنبه.(الدر المختار)

وفي الرد تحت قوله (من ثلاثة أوجه) ... وأقوىٰ دليل أيضاً علىٰ أفضلية طول القيام أنه صلى الله عليه وسلم كان يقوم الليل إلا قليلاً وكان لا يزيد علىٰ إحدىٰ عشرة ركعة إلخ.(الدر المختار مع رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل:١ /٦٣٤،ظفير)

(۲) (ولايصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الأولىٰ في الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها)==

عصر کے وقت سنت ونفل:

سوال: عصر کی سنتیں پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یہ سنتیں بھی نوافل ہی ہیں؛ کیوں کہ غیر مؤکدہ ہیں، جس قدر دل چاہے پڑھے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۵/۷)

عصر وعشا کے فرض سے پہلے والی سنتوں کے قعدہ اولیٰ میں درود دعا پڑھے، یا صرف التحیات:

سوال (۱) عصر وعشا کے قبل کی چار سنتوں میں بیچ کے قعدہ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہونا چاہیے، یا درود شریف بھی پڑھے؟

(۲) اگر چار رکعت نفل کی نیت کی جاوے تو ایسی حالت میں اس کے بیچ کے قعدہ میں صرف التحیات پڑھ کر باقی رکعات پوری کرے، یا درود دعا بھی پڑھے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

(۱-۲) درمختار میں ہے کہ سوائے سنت ظہر وجمعہ کے باقی سنن ونوافل ذات اربع رکعات میں قعدۂ اولیٰ میں

== ولوصلّٰى ناسيًا فعليه السهووقيل لا،شمنى (ولايستفتح إذا قام إلى الثالثة منها)؛لأنها لتأكدها أشبهت الفريضة، وفى البواقى من ذوات الأربع يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ويستفتح) ويتعوذ ولونذرًا؛لأن كل شفع صلاة،وقيل لايأتى فى الكل وصححه فى القنية.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ۹۵/۱، مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(قوله:لأن كل شفع صلاة):قدمنا بيان ذلک فى أول بحث الواجبات والمراد من بعض الأوجه كما يأتى قريباً. (قوله قيل لا إلخ قال فى البحر:ولايخفىٰ ما فيه والظاهرالأول،زاد فى المنح ومن ثم عوّلنا عليه وحكينا ما فى القنية بقيل.(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الوتروالنوافل،مطلب فى لفظ ثمان: ۱٦/۲،دار الفكر بيروت،ظفير)

(۱) عن ابن عمررضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:"رحم اللّٰه امرءً صلىٰ قبل العصرأربعاً". (أبو داؤد،كتاب الصلاة،باب الصلاةقبل العصررقم الحديث: ۱۲۷۱،انيس)

وعن على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه أن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان يصلى قبل العصرركعتين". (سنن أبى داؤد،كتاب الصلاة،باب الصلاة قبل العصر: ۱۸۷/۱،إمدادية)(رقم الحديث: ۱۲۷۲،ص ۱۴۲،دارالفكر،بيروت، انيس)

"(قوله:ويستحب أربع قبل العصر)لم يجعل للعصرسنة راتبة؛لأنه لم يذكرفى حديث عائشة المار، بحر. قال فى الإمداد:وخيرمحمد بن الحسن والقدورى المصلى بين أن يصلى أربعاً أو ركعتين قبل العصر لاختلاف الآثار". (ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ۱۲/۲،سعيد)

درود شریف اور تیسری رکعت میں ثنا وتعوذ پڑھے۔

وفی البواقی من ذوات الأربع یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ،إلخ.(۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۲۳۱)

عشا وعصر کی چار سنت میں قعدۂ اولیٰ پر درود شریف اور تیسری رکعت میں ثنا وتعوذ پڑھنا جائز ہے:

سوال: عشا اور عصر کی چار سنت میں دو رکعت کے بعد التحیات کے ساتھ درود شریف اور دعا اور تیسری رکعت سبحانک اللہ سے شروع کرنی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار:(ولا یزید)فی الفرض(علی التشهد فی القعده الأولٰی)إجماعًا.(۲)

وقال الشامی:(قوله ولا یزید فی الفرض)أی وما ألحق به کالوتر والسنن الرواتب وإن نظر صاحب البحر فیها.(۱/۵۳۲)(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حکم میں عشا وعصر کی چار سنتیں نوافل مطلقہ میں داخل ہیں۔

عبد الکریم عفی عنہ،۵/محرم ۱۳۴۵ھ،الجواب صحیح:ظفر احمد عفی عنہ،۶/محرم ۱۳۴۵ھ۔(امداد الاحکام:۲/۲۲۵-۲۲۶)☆

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار،کتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل:۱/۶۳۳،ظفیر

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاة:۱/۵۵۰،دار الفکر،انیس

(۳) ردالمحتار،کتاب الصلاة،فروع قرأ بالفارسیة أو التوراة والإنجیل:۴/۹۸،دار الفکر،انیس

☆ **قبل عشا چار رکعت کے قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثنا وتعوذ پڑھنا جائز:**

سوال: عشا کی چار رکعت سنت میں جب دو رکعت پڑھ کر قعدۂ اُولیٰ سے قیام میں کھڑا ہو،تب ثنا وتعوذ پڑھ کر قرأت شروع کرے، نیز قعدۂ اولیٰ میں درود شریف ودعا پڑھے،آیا یہ درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

قبل عشاء چار رکعت کے قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف اور تیسری میں ثنا وتعوذ پڑھنا جائز ہے۔

فی الهندیة:وفی الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لایصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی القعدة الأولٰی ولا یستفتح إذا قام إلی الثالثة بخلاف سائر ذوات الأربع من النوافل.(الفتاوی الهندیة،کتاب الصلاة،الباب التاسع فی النوافل من المندوبات صلاة الضحٰی:۳/۴۷۷،دار الفکر،انیس)

شامی میں ہے:(ولایصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی القعدة الأولٰی فی الأربع قبل الظهر والجمعة بعدها)... (ولایستفتح إذا قام إلٰی الثالثة منها)...(وفی البواقی من ذوات الأربع یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.(الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل:۵/۱۰۱،دار الفکر،انیس)

کتبہ عبد الکریم عفی عنہ ۱۴/صفر ۱۳۴۴ھ۔(امداد الاحکام:۲/۲۲۵)

عصر کی فرض نماز کے بعد نوافل، یا قضا نمازوں کا پڑھنا کیسا ہے:

سوال: عصر کی فرض پڑھ لینے کے بعد عصر کی سنت، یا کوئی قضا نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۳؍۱۰؍۱۳۷۱ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۰۸/۲)

مغرب کی اذان واقامت کے درمیان دورکعت نفل پڑھنا:

سوال: بعد غروب آفتاب قبل نماز مغرب حدیث صحیح سے دورکعت نماز نفل پڑھنا ثابت ہے؛ مگر حنفیہ کے نزدیک مکروہ لکھا ہے، لہٰذا اس کے مکروہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

(المستفتی: ممتاز علی کلانور ضلع رہتک)

الجواب ــــــــــــــــ

بے شک صحیح حدیث سے بعض صحابہ کا اذان مغرب کے وقت دورکعت نماز پڑھنا ثابت ہے؛ مگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے کبھی نہیں پڑھی ہیں۔

عن منصور عن أبيه قال: ماصلى أبوبكر ولاعمر ولاعثمان الركعتين قبل المغرب (عن مسدد) كذا في كنزالعمال.(۲)

یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے مغرب سے پہلے دورکعتیں نہیں پڑھی ہیں اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے تسلیم کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں پڑھی ہیں۔

أما كونه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يصلهما فلاينفي الاستحباب، إلخ.(۳)

---

(۱) عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد نوافل وسنن کا پڑھنا مکروہ ہے، قضا نماز پڑھ سکتے ہیں۔ بلا کراہت درست ہے۔[مجاہد]

(عن علي أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد العصر إلا والشمس مرتفعة.(أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، رقم الحديث: ۱۲۷٤، انيس)

عن علي قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي في أثر كل صلاة مكتوبة ركعتين إلا الفجر والعصر. (أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة رقم الحديث:۱۲۷٥، انيس)

(وكره نفل)...(بعدصلاة فجر و)صلاة (عصر)...(لا)يكره (قضاء فائتة و)لووترًا أو(سجدة تلاوة وصلاة جنازة).(ردالمحتار، كتاب الصلاة:۱٥۷/۳، دارالفكر، انيس)

(۲) باب المغرب وما يتعلق به:۸/٥۰، ط:بيروت لبنان

(۳) فتح الباري، كتاب الأذان، باب كم بين الأذان والاقامة:۲/۹۰، ط:مصر

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے:

وروی عن ابن عمر قال: مارأیت أحدًا یصلیهما علیٰ عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وعن الخلفاء الأربعة وجماعة من الصحابة أنهم کانوا لایصلونهما.(۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور خلفائے اربعہ اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ یہ سب یہ دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن أنس بن مالک کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یخرج علینا بعد غروب الشمس وقبل صلاة المغرب فیرانا نصلی فلایأمرنا ولاینهانا. (کنزالعمال عن ابن النجا)(۲)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے تو ہم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، نہ تو ہم کو منع فرماتے تھے اور نہ نماز پڑھنے کے لیے حکم دیتے تھے۔

حنفیہ اس خیال سے کہ اس وقت نوافل کی اجازت سے فرض مغرب میں تاخیر ہوگی، خلاف اولیٰ، یا مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۴-۳۱۵)

مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: مولانا محمد عاصم صاحب اپنی تالیف ''فقہ السنۃ'' کے صفحہ: ۱۵۰ پر ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں'' کے عنوان سے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو'' مغرب سے پہلے نماز پڑھو اور تیسری مرتبہ اس اندیشہ سے کہ لوگ اسے سنت ہی نہ بنالیں، آپ نے فرمایا: یہ اس شخص کے لیے ہے، جو ایسا کرنا چاہے۔ (بخاری)(۳)

(۱) امام مالک کے نزدیک وقت تنگ ہونے کی وجہ سے مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ ہے، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان کا پڑھنا مستحب ہے، حنفی علما کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے؛

(۱) فتح الباری، کتاب الأذان، باب کم بین الأذان والاقامة: ۲/۹۰، ط: مصر

(۲) کنزالعمال، باب المغرب وما یتعلق به: ۸/۵۳، ط بیروت، لبنان

(۳) عن عبداللّٰه المزنی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: صلوا قبل صلاة المغرب، قال فی الثالثة: لمن شاء کراهیة أن یتخذها الناس سنة. (صحیح البخاری، باب الصلاة قبل المغرب، رقم الحدیث: ۱۱۸۳، انیس)

لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر ان سے تکبیر تحریمہ کے چھوٹ جانے کا اندیشہ نہ ہوتو ان کا پڑھنا مستحب ہے۔

مذکورہ بالا حدیث اور فقہی تصریحات کی روشنی میں حنفی علما کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انفرادی طور پر مغرب سے قبل دو رکعت سنت غیر مؤکدہ کا پڑھنا باعث ثواب ہے، یا نہیں؟ اجتماعی طور پر اس سنت پر عمل متروک کیوں ہے؟ اس سلسلہ میں صحیح قول کیا ہے؟

(۲)　اگر کسی مسجد کے تمام مصلیان باہمی رضامندی سے مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان پانچ منٹ کا وقفہ رکھ کر اس نفل کو ادا کرنا چاہیں تو اس کی شرعاً اجازت ہے، یا نہیں؟ اگر کچھ مسلمان اس سنت پر عمل کر رہے ہوں تو ان کو جبراً اس عمل سے باز رکھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مغرب سے قبل دو رکعت نفل پڑھنے کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں، اس وجہ سے صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور فقہا کرام میں بھی اختلاف ہے، ایک جماعت کا کہنا ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا جائز ہے اور ایک بہت بڑی جماعت کا کہنا یہ ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، بڑے بڑے صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اسی کے قائل ہیں۔ اور ان حضرات کا عمل بھی مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہ پڑھنے کا رہا ہے:

قال النخعي: لم يصلهما أبو بكر ولا عمر ولا عثمان. (۱)

امام ابوحنیفہ اور فقہا کی ایک جماعت کا مسلک بھی یہی ہے، جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، وہ یا تو ابتداء اسلام پر محمول ہیں، یا فوت شدہ نمازوں پر۔

وقيل: حديث عبد الله المزني محمول على أنه في أول الإسلام، كذا في العيني. (۲)

ما أرسله النخعي من أنه صلى الله عليه وسلم لم يصلهما، لجواز كون ما صلاه قضاء عن فائتة. (بذل المجهود: ۲/ ۲۷۰)

پھر یہ کہ جب لوگ نفل پڑھنے میں مشغول ہوں گے تو وقفہ وقفہ سے آتے جائیں گے اور پڑھتے جائیں گے اگر امام ان کا انتظار کرے تو مغرب میں تاخیر ہوگی جب کہ مغرب کا وقت مختصر رہتا ہے اور اگر امام انتظار نہیں کرتا ہے تو پھر تکبیر اولیٰ فوت ہوتی ہے اور اگر اذان کے وقت نماز پڑھتے ہیں تو پھر اذان کا جواب نہیں دے سکیں گے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا ان خرابیوں کی وجہ سے افضل وبہتر یہ ہے کہ اس وقت میں نفل نماز نہ پڑھی جائے۔

(۱)　حاشية السنن لأبي داؤد، باب الصلاة قبل المغرب: ۱/ ۱۸۹، مكتبة حقانية ملتان، انيس

(۲)　حاشية السنن لأبي داؤد: ۱/ ۱۸۹، مكتبة حقانية ملتان، انيس

واضح رہے کہ اس مسئلہ کو اختلاف وانتشار کا ذریعہ نہ بنائیں، جہاں جس طرح عمل ہو رہا ہے، ہونے دیا جائے۔(۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۵/۶/۱۴۱۴ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۵۴-۴۵۲/۲)

(۱) مغرب کے وقت اذان واقامت کے درمیان دو رکعت نفل پڑھنا، اس سلسلہ میں امام ابوداؤد نے عبداللہ المزنی، انس بن مالک، عبد اللہ بن مغفل اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات نقل کی ہیں، جو ذیل میں درج ہیں:

عن عبدالله المزني قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا قبل المغرب ركعتين ثم قال:صلوا قبل المغرب ركعتين لمن شاء خشية أن يتخذ هاالناس سنة.(أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل المغرب، رقم الحديث:١٢١٨، ص:٢٤٢، ٢٤٣، دار الفكر، بيروت، انيس)

عن أنس بن مالك قال: صليت الركعتين قبل المغرب علىٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قلت؛لأنس أراكم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟قال نعم، رآنا فلم يأمرنا، ولم ينهنا.(أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل المغرب، رقم الحديث:١٢٨٢، ص:٢٤٣، دار الفكر بيروت، انيس)

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بين كل أذانين صلاة بين كل أذانين صلاة لمن شاء .(أبو داؤد، باب الصلاة قبل المغرب، رقم الحديث:١٢٨٣، ص:٢٤٣، دار الفكر بيروت، انيس)

عن طاؤس قال:سئل ابن عمرعن الركعتين قبل المغرب؟فقال:ما رأيت أحدًا علىٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليهما ورخص في الركعتين بعد العصر.(أبو داؤد: ١٨٦/٢، ١٨٧)(أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل المغرب، رقم الحديث:١٢٨٤، ص:٢٤٣، دار الفكر، بيروت، انيس)

عن عبد الله بن مغفل عن النبي صلى الله عليه وسلم قال بين كل أذانين صلاة لمن شاء وفي الباب عن عبد الله بن الزبير، قال أبو عيسىٰ :حديث عبد الله بن مغفل حديث حسن صحيح، وقد اختلف أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة قبل المغرب:فلم ير بعضهم الصلاة قبل المغرب. وقد روى من غير واحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أنهم كانوا يصلون قبل صلاة المغرب ركعتين بين الأذان والاقامة.(جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الصلاة قبل المغرب: ٣٥١/١-٣٥٢)

امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث نے بھی اس مضمون کی روایات نقل کی ہیں، حدیث قولی میں جو چاہے اسے یہ دو رکعت پڑھنے کا اختیار دیا گیا ہے، البتہ عام طور پر صحابہ میں یہ معمولی نہیں تھا۔تمام احادیث اور معمولات صحابہ کو دیکھتے ہوئے کہا جانا چاہیے کہ ان دو رکعات نفل کے پڑھنے پر اصرار کہ جو نہ پڑھے اسے خاطی تصور کیا جائے، یا جو پڑھے، اس پر نکیر کی جائے، دونوں طریقے صحیح نہیں ہیں، اکثر اکابر صحابہ کا عمل اس کے ترک کا ہے اور اذان مغرب کے فوراً بعد اقامت فریضہ کی طرف مبادرت معمول بہ رہا ہے؛ لیکن اگر کوئی چاہے اور موقع ہو اور دو رکعت نفل پڑھ لے تو اس پر نکیر بھی نہیں کی جانی چاہیے۔[مجاہد]

أما تلك الركعتان اللتان قبل المغرب فليستا من السنن في شئ قال النخعي لم يصل أبوبكر ولا عمر ولا عثمان الركعتين قبل المغرب.(عبدالرازی:٤٣٥/٢)بل كان النخعي يعتبرها بدعة (نيل الأوطار: ٨/٢)

قال حماد!سألت إبراهيم عن الصلاة قبل المغرب فنهاني عنها.(كتاب الآثار للإمام محمد: ٣٧٤/١)==

ظہر، مغرب اور عشا کے بعد نوافل:

سوال: نفل پڑھنا بعد ظہر ومغرب وعشا سنت سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

سنت سے ثابت ہے۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۲۰۴)

== ولعل الذی حدًا بالنخعی؛لأن یأخذ بکراهة الرکعتین قبل المغرب هوما صح عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من الحث علٰی تعجیل صلٰوة المغرب،وصلا تهما تؤدی إلٰی تأخیرها،وعدم استحباب الخلفاء الراشیدین الأربعة (نیل الأوطار: ۲/ ۸)(موسوعة فقه إبراهیم النخعی عصره وحیاته: ۶۷۲/۲)

أما الرکعتان قبل المغرب فلیستا من الرواتب فقد روی عبد الرازق عن عمرأنه لم یصل الرکعتین قبل المغرب.(عبدالرازق:۴۳۵/۲)(موسوعة فقه عمر بن الخطاب عصره وحیاته :ص:۵۸۴)

التنفل قبل المغرب:کان أبوبکرالصدیق رضی اللّٰه عنه یبتدرصلاة الفریضة فورأذان المغرب،لایصلی قبلها شیئا من النوافل فقد أثرعنه أنه لم یصل الرکعتین قبل المغرب.(عبد الرازق: ۴۳۵/۲، المحلی: ۲۵۳/۲، کنزالعمال: ۵۰/۸) (موسوعة فقه أبی بکر الصدیق،ص: ۱۷۱)

لقد ورد النص عن عثمان بن عفان رضی اللّٰه تعالٰی عنه أنه لم یصل الرکعتین قبل صلاة المغرب.(عبد الرازق:۴۳۵/۲،کنز العمال:۷۱۱/۱۵)(موسوعة فقه عثمان بن عفان،ص: ۲۰۴)

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ثابر علٰی ثنتی عشرة رکعة من السنة بنی اللّٰه له بیتا فی الجنة أربع رکعات قبل الظهرورکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل الظهر .(جامع الترمذی،باب ماجاء فیمن صلٰی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة من السنة،رقم الحدیث:۴۱۴،انیس)

عن أم حبیبة قالت:"قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:"من صلٰی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة بنی له بیت فی الجنة، أربعاً قبل الظهرو رکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل صلاة الفجر". {رواه الترمذی}(مشکوٰة،باب السنن وفضائلها: ۱۰۳/۱)(جامع الترمذی،کتاب الصلاة،باب من جاء فیمن صلٰی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة من السنة،رقم الحدیث:۴۱۵،ص: ۹۰،بیت الأفکارالدولیة،انیس)

(ویستحب أربع قبل العصروقبل العشاء وبعدها بتسلیمة) وإن شاء رکعتین وکذا بعد الظهر لحدیث الترمذی: "من حافظ علٰی أربع قبل الظهروأربع بعدها حرم اللّٰه علی النار" (وست بعد المغرب)لیکتب من الأوابین (بتسلیمة)أوثنتین أو ثلاث".(الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،باب الوترو النوافل،مطلب فی السنن: ۶۳۰/۱،ظفیر)

عن عنبسة بن أبی سفیان قال: قالت أم حبیبة زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:"من حافظ علٰی أربع رکعات قبل الظهروأربع بعد الظهرحرم اللّٰه علی النار".(أبوداؤد،کتاب الصلاة،باب الأربع قبل الظهروبعدها،رقم الحدیث:۱۲۶۹،انیس)

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صلٰی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینهن بسوء عدلن له بعبادة ثنتی عشرة سنة.(جامع الترمذی،کتاب الصلاة،باب من جاء فی فضل التطوع وست رکعات بعد المغرب،رقم الحدیث:۴۳۵،انیس)

ظہر، مغرب اور عشا کے بعد دو نفلیں:

سوال: بعض لوگ دو رکعت نفل بعد سنتِ ظہر اور دو نفل بعد سنتِ مغرب اور دو نفل بعد سنتِ عشا کے پڑھتے ہیں، جو نہیں پڑھتے ان پر اعتراض کرتے ہیں، نہ پڑھنے والے کہتے ہیں کہ ان نوافل کا ثبوت حدیث وفقہ میں نہیں ہے، لہٰذا ان کا ثبوت مدلل تحریر فرماویں؟ (سائل: رشید احمد، سہارنپور)

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

نوافل مذکورہ کا ثبوت کتبِ معتبرہ سے ہے۔

فی المراقی الفلاح:(و)منها (ركعتان بعد الظهر) ويندب أن يضم إليهما ركعتين فتصير أربعاً".

قال الطحطاوی:"وهو مخير إن شاء جعلها بسلام واحد،وإن شاء جعلها بسلامين،آه.(۱)

بعد مغرب روایات میں دو نفلیں بھی ہیں، چار بھی چھ بھی حتیٰ کہ بیس بھی وارد ہیں۔

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أنه عليه السلام قال:"من صلٰی أربعاً بعد المغرب قبل أن يكلم أحداً،رفعت له عليين،وكان كمن أدرك ليلة القدر فی المسجد الأقصٰی،وهی خير من قيام نصف ليلة". (الحديث)(الكبيری،ص:۳۳٤)(۲)

وفی المبسوط:"وإن تطوع بعد المغرب بست ركعات،فهو أفضل".(۳)

وفی الطحطاوی:"عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه أنه عليه السلام قال:"من صلٰی بعد المغرب عشرين ركعةً بنٰی اللّٰه له بيتاً فی الجنة".(۴)

درمختار میں ہے:

(ويستحب أربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة)، وإن شاء ركعتين،وكذا بعد

---

(۱) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی،فصل فی بيان النوافل، ص: ۳۸۸-۳۸۹،قديمی

(۲) الحلبی الكبير،فصل فی النوافل،ص:۳۸۵،سهيل اكيڈمی،لاهور / المبسوط للسرخسی،كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة: ۱/۱٤٥،مكتبة حبيبية، كوئٹة

(۳) المبسوط للسرخسی،باب مواقيت الصلاة: ۱/۱٥٧،دار المعرفة بيروت،انيس

عن عائشة عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من صلٰی بعد المغرب عشرين ركعة بنی اللّٰه بيتاً فی الجنة.(جامع الترمذی،كتاب الصلاة،باب ما جاء فی فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۱/۹۸،انيس)

(۴) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی،كتاب الصلاة،فصل فی بيان النوافل،ص:۳۸۸-۳۹۰،قديمی

الظهر لحديث الترمذى:"من حافظ علىٰ أربع قبل الظهر وأربع بعدها حرمه اللّٰه علىٰ النار" (وست بعد المغرب) ليكتب من الأوابين (بتسليمة) أوثنتين أوثلاث،والأول أدوم وأشق.وهل تحسب المؤكدة من المستحب،ويؤدى الكل بتسليمة واحدة؟اختار الكمال:نعم". (۱)

قال الشامى تحت:"(قوله:وإن شاء ركعتين):كذا عبرفى منية المصلى وفى الإمداد عن الاختيار، يستحب أن يصلى قبل العشاء أربعاً،وقيل:ركعتين وبعدها أربعاً،وقيل:ركعتين آه،و الظاهر أن الركعتين المذكورتين غيرالمؤكدتين...وقال تحت:"(قوله:اختارالكمال:نعم)ذكر الكمال فى فتح القديرأنه وقع اختلاف بين أهل عصره فى أن الأربع المستحبة هل هى أربع مستقلة غيرركعتى الراتبة أوأربع بهما؟وعلى الثانى هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة أولا؟ فقال جماعة:لا واختارهو أنه إذا صلىٰ أربعاً بتسليمة أوتسليمتين،وقع عن السنة والمندوب"، إلخ. (۲)

لہٰذا نوافل مذکورہ کا انکار واقفیت پرمبنی ہے،البتہ نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات کا سا معاملہ کرنا ناجائز اور برا ہے،اس سے اجتناب چاہیے اورایسی حالت میں کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے اوران نوافل کے نہ پڑھنے والوں پراعتراض نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ان کے پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھنے سے کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱/۱۳۵۳ھ۔
صحیح:عبداللطیف،۱۶/محرم الحرام/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۷/۲۰۴-۲۰۵) ☆

(۱) الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ۱/۹۵،مكتبة زكرياديوبند،انيس
(۲) ردالمحتار،باب الوتروالنوافل:۲/۱۳-۱٤،سعيد(كتاب الصلاة،مطلب فى السنن و النوافل،انيس)
(۳) قال الملا على القارى:"قال الطيبى:وفيه أن من أصرعلىٰ أمرمندوب،وجعله عزماً،ولم يعمل بالرخصة،فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال،فكيف من أصرعلىٰ بدعة أومنكر،وجاء فى حديث ابن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه:"إن اللّٰه عزوجل يحب أن تؤتىٰ رُخَصُة"كما يحب أن تؤتىٰ عزائمه". (مرقاة المفاتيح،كتاب الصلاة،باب الدعاء فى التشهد،الفصل الأول: ۳/۳۱،رشيدية)

☆ **مغرب،عشاء،ظہر کے بعد کی نفلیں:**

سوال: مغرب،عشا اور ظہر کے بعد عوام دودو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں،کیا اس کی بھی اصل ہے؟

الجوابـــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

دو رکعت بھی ثابت ہیں، چار بھی ثابت ہیں، چھ بھی اور مغرب میں بیس تک بھی ثابت ہیں۔ (عن على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:كان رسول اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:"يصلى فى اثركل صلاة مكتوبة ركعتين،إلاالفجر والعصر". (سنن أبى داؤد،باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸،مكتبة إمدادية)(رقم الحديث: ۱۲۷۵،انيس) ==

عشا کے پہلے چار سنتیں:

سوال: عشا سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

عشا سے پہلے چار سنت پڑھنا مستحب اور افضل ہے، سنت مؤکدہ نہیں ہے؛(۱) کیوں کہ سننِ مؤکدہ دن رات میں

== عن عنبسة بن أبي سفيان قال:قالت أم حبيبة رضى الله تعالىٰ عنها زوج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"من حافظ علىٰ أربع ركعات قبل الظهروأربع بعدها،حرم علىٰ النار". (سنن أبى داؤد،كتاب الصلاة،باب الأربع قبل الظهر وبعدها: ۱۸۷/۱،مكتبة إمدادية،ملتان)(رقم الحديث: ۱۲۶۹،انيس)

عن شريح بن هانى عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قال:سألتها عن صلاة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: ماصلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قط، فدخل علّى إلاصلىٰ أربع ركعات أوست ركعات". (سنن أبى داؤد،كتاب الصلاة،باب الصلاة بعد العشاء: ۱۹۲/۱،رقم الحديث: ۱۳۰۳، دارالفكر،انيس)

وعن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"من صلىٰ بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوءٍ،عُدلن له بعبادة ثنتيى عشرة سنة". (سنن الترمذى،أبواب الصلاة، باب ماجاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱،اشرفى بكڈپو،انيس)

وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:قال"من صلىٰ بعد المغرب عشرين ركعةً، بنىٰ الله له بيتاً فى الجنة". (سنن الترمذى،أبواب الصلاة،باب ما جاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱،سعيد) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۷/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۷/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۳/۷)

ظہر ومغرب اور عشا کے بعد کے نوافل پابندی سے پڑھنا ضروری ہے، یا کبھی کبھی ترک بھی کرے:

سوال: ظہر، مغرب اور عشا میں دو رکعت سنت کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے ہیں، یہ نوافل ہمیشہ پڑھنا اور کبھی نہ ترک کرنا اچھا ہے یا کبھی کبھی ترک کرنا مناسب ہے؟

الجواب

نوافل میں اختیار ہے، خواہ کبھی ترک کردے، یا ہمیشہ نفل سمجھ کر پڑھتا رہے کہ اس میں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ان کو کوئی فرض سمجھ لے گا اور پھر بھی بہتر ہے کہ گاہ گاہ ترک کردے۔ (وبه يظهر أن كون ترك المستحب راجعاً إلىٰ خلاف الأولىٰ لايلزم منه أن يكون مكروهاً إلا بنهى خاص. (رد المحتار،كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب فى بيان السنة والمستحب و المندوب والمكروه وخلاف الأولىٰ: ۶۳۱/۱،دار الفكر بيروت،ظفير) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۰/۴)

(۱) (ويستحب أربع قبل العصروقبل العشاء وبعدها بتسليمة). (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الوتروالنوافل: ۶۳۰/۱،ظفير)

بارہ ہیں، چار رکعت قبل ظہر اور دو رکعت بعد ظہر اور دو رکعت بعد مغرب اور دو رکعت بعد عشا اور دو رکعت قبل فرض صبح۔ یہ کل بارہ رکعت سنت مؤکدہ ہیں،(۱) اور قبل عصر چار رکعت یا دو رکعت اور قبل عشا چار رکعت یا دو رکعت یہ مستحب ہیں، **لقوله عليه الصلاة والسلام: "بين كل أذانين صلٰوة". (الحديث)**(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۳۵/۴) ☆

تحقیق چار رکعت قبل العشاء:

سوال: قبل از عشا چار رکعت سنت کس حدیث سے ثابت ہیں، شیخ دہلویؒ نے لمعات میں لکھا ہے کہ میں نے کوئی حدیث اس مضمون کی نہیں دیکھی، فقہا نے اس کو کہاں سے ثابت کیا؟

الجواب

شاید ظہر، یا عصر پر قیاس کیا ہو۔ فقط واللہ اعلم (۳)

۱۵/ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد:۸۸/۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۴۶۹/۱)

---

(۱) (وسن) مؤكدًا (أربع قبل الظهر و)أربع قبل (الجمعة) وأربع (بعدها بتسليمة) ،إلخ...(وركعتان قبل الصبح وبعد الظهر والمغرب والعشاء). (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٩٥/١ ،مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) مشكاة المصابيح، باب فضل الأذان، فصل أول، ص: ٦٥ ،ظفير

عن عبد الله بن مغفل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بين كل أذانين صلاة بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء. (صحيح البخاري، باب كم بين كل أذانين صلاة من شاء: ٨٧/١، قديمي، انيس)

☆ **عشا سے پہلے چار سنتیں اور اس کا ثبوت:**

سوال: زید کا دعویٰ ہے کہ نماز عشا سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا، آیا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(ويستحب أربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة) وإن شاء ركعتين. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٦٣٠/١ ،ظفير)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبل العصر وقبل العشاء دو یا چار رکعت پڑھنے میں اختیار ہے اور یہ سنن مؤکدہ نہیں ہیں۔ مستحب ہیں، چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے؛ مگر پڑھنے میں ثواب ہے۔

اور حدیث: "بين كل أذانين صلاة". (الحديث) (عن عبد الله بن مغفل قال النبي صلى الله عليه وسلم: بين كل أذانين صلاة بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء: ٨٧/١، قديمي، انيس) استحباب نوافل قبل العشاء بھی ثابت ہیں۔ (البتہ مغرب کے پہلے کوئی نفل عندالاحناف نہیں ہے اور اس کی تائید بریدۃ الاسلمی کی حدیث سے ہوتی ہے۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۳۷/۴)

(۳) اس تحریر کے بعد صغیری دیکھنے سے اس مسئلہ کا جواب جو عبارت ذیل منقولہ عن الصغیری سے ظاہر ہوتا ہے، معلوم ہوا، وہ عبارت یہ ہے: ==

عشا سے قبل چار رکعات کا حکم:

سوال: محلّہ کی مسجد میں پیش امام صاحب برابر عشا کی فرض نماز کے قبل والی سنت غیر مؤکدہ کو وقت رہنے پر بھی ترک کردیتے ہیں اور ہمیشہ ترک کردیتے ہیں، وقت رہنے پر ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو اس پر جواباً کہتے ہیں کہ اس کو نہ پڑھنے سے گناہ نہیں ہوتا، میں نے کہا آپ برابر ترک کرتے ہیں، وقت رہنے پر برابر ترک کرنا گناہ ہے؛ لیکن وہ نہیں مانتے اور نہیں پڑھتے، حالاں کہ مقتدی پڑھتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عشا کے قبل چار رکعت سنت غیر مؤکدہ ہے، اس کو ادا کرنے سے فضیلت اور ثواب کا مستحق ہوگا اور ترک کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا۔(۱)

البحر الرائق میں ہے:

وأما الأربع قبل العشاء فذكروا فی بيانه أنه لم يثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة فكان حسناً.

قال المحشی: وذكر فی المحيط إن تطوع قبل العصر بأربع وقبل العشاء بأربع فحسن؛ لأن النبی صلى اللّٰه عليه وسلم لم يواظب عليها. (۵٤/۲)(۲)فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

محمد بشیر احمد، ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۴۰/۲-۴۴۱)

عشا کے فرض سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہے، یا غیر مؤکدہ:

سوال: عشا سے پہلے جو چار رکعت سنت سمجھ کر لوگ پڑھتے ہیں، یہ سنتِ مؤکدہ ہے، یا غیر مؤکدہ؟ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

== قال الحلبی فی الغنية أما الأربع قبل العشاء فلم يذكر فی خصوصها حديث لكن يستدل له بعموم مارواه الجماعة من حديث عبد اللّٰه بن مغفل أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال بين كل أذانين صلٰوة،بين كل أذانين صلٰوة ثم قال فی الثالثة لمن شاء فهٰذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب لكن كونها أربعًا يتمشى علىٰ قول أبی حنيفة؛لأنها الأفضل عنده،(حلبی كبيری،كتاب الصلاة،فصل فی النوافل،ص: ۳۸۵،انيس)

(۱) (ويستحب أربع قبل العصر،وقبل العشاء وبعدها بتسليمة).(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ۹۵/۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۲) البحر الرائق شرح كنزالدقائق مع منحة الخالق،كتاب الصلاة ،باب الوتر والنوافل: ۸۸/۲-۸۹،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

صراحۃً اس کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا، اس کو سنتِ مؤکدہ کہنا صحیح نہیں، ایک روایت عمومی ہے کہ ہر دو اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، اس عام روایت کے ذیل میں یہ سنتیں بھی داخل ہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۷/۷)

عشا سے قبل اور بعد سنت:

سوال: عشا کی فرض سے قبل عام طور سے لوگ ۴/رکعت بہ نیتِ سنت ادا کرتے ہیں، کتبِ احادیث میں اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ اور حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے، یا نہیں؟

کبیری کی عبارت سے تو اس کی سند نہیں ملتی، ملاحظہ ہو:

”وذكر في المحيط: ان تطوع قبل العصر بأربع، وقبل العشاء فحسن؛ لأن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم لم يواظب عليهما، أما عدم مواظبته عليه الصلاة والسلام ما قبل العشاء فمقرر، بل لم يروأنه صلاها فضلا عن المواظبة“. (الكبيرى، ص: ۳۸۸)(۲)

”أما الأربع قبلها، فلم يذكر في خصوصها“. (وأيضاً، ص: ٤٣٤)(۳)

اور اسی پر میرا عمل ہے، لہٰذا اگر اس کی کوئی اور سند ہو تو تحریر فرمائیں؟

(۲) وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے، یا کھڑا ہو کر پڑھنا سنت ہے، مشکوٰۃ شریف کی حسب ذیل عبارت پر میرا عمل ہے۔ اب حضرت والا مستند حدیث تحریر فرمائیں؟

---

(۱) عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالٰى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم: ”بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء“ رواه البخاري“. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء: ۸۷/۱، رقم الحديث: ٦١٨، انيس)

”قوله: عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالٰى عنه “وقوله عن عبد الله بن الزبير، الخ، قال المؤلف: ”الأول: يفسره الثاني: أي بين قدر ركعات الصلاة، فثبت بمجموعهما الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء، وفي ”غنية المستملي“: وأما الأربع قبلها (أي قبل صلاة العشاء) فلم يذكر في خصوصها حديث لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل إلخ فهٰذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لٰكن لكونها أربعاً يتمشٰى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالٰى؛ لأنها الأفضل عنده“. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب النوافل والسنن: ١٦/٧، رقم الحديث: ١٧٦٩، إدارة القرآن كراچى)

(۲) الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۳۸۵، سهيل اكيڈمی لاهور

(۳) الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۳۸۸، سهيل اكيڈمی لاهور

(۱)　"عن أبی أمامة رضی اللّٰه تعالٰی عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یصلیهما بعد الوتر،وهو جالس یقرأ فیهما:﴿إذا زلزلت﴾و﴿قل یأیها الکافرون﴾". (۱)

(۲)　"عن أم سلمة رضی اللّٰه تعالٰی عنها أن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین". رواه الترمذی،وزاد ابن ماجة:"خفیفتین وهو جالس". (۲)

(۳)　"وعن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت کان رسول صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یوتر بواحدة،ثم یرکع رکعتین یقرأ فیهما وهو جالس". (۳)

حضور والا! آپس میں بہت اختلاف ہو رہا ہے، فتنہ وفساد کا خوف ہے؛ اس لیے مذکورہ بالا سوالوں کا جواب بحوالہ کتب مستند اور ٹھوس تحریر فرمائیں؛ تاکہ مصلحت ہو جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

(۱)　عشا سے قبل چار رکعت کا ثبوت تلاش کے باوجود حدیث شریف میں نہیں ملا، درایۂ ہدایہ کے بعض نسخوں پر حاشیہ پر مطبوع ہے، اس میں روایت موجود ہے؛ مگر اس میں وہم ہے کہ اصلی روایت ظہر سے قبل کے متعلق ہے، مگر اس میں عشا سے قبل بھی بیان کر دیا گیا ہے یہ اضافہ "عشـائهم" ہے، اس وجہ سے یہ اضافہ نصب الرایہ، فتح القدیر وغیرہ میں موجود نہیں، صاحب کبیر تلمیذ ہیں صاحب فتح القدیر کے، سنن وجوامع ومعاجم میں بھی کہیں نہیں ملا، اس کی وجہ سے عموماً "بین کل اذانین صلاۃ" سے استدلال کرتے ہیں۔

(۲)　عادتِ مبارکہ عام طور پر یہ تھی کہ شب کا ایک حصہ گزرنے کے بعد بیدار ہو کر طویل تہجد پڑھتے، مثلاً سورہ بقرہ، آل عمران، سورہ نسا، سورہ مائدہ چار رکعت میں پڑھتے ہیں، کبھی ان چاروں سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے حتیٰ کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا، پھٹن ظاہر ہو جاتی، پھر وتر ادا فرماتے، اس کے بعد دو رکعت جالساً پڑھتے، کبھی یہ دو رکعت بحالتِ قیام شروع کی اور قدرے قرأت کر کے بیٹھ گئے، پھر بقیہ قرأت طویلہ پڑھ کر کھڑے ہو کر رکوع کیا۔

اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل داعیہ تو کھڑے ہو کر ہی پڑھنے کا تھا؛ لیکن تعب وضعف کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے تھے، اس طریقہ کو اختیار کرنے میں پورا اتباع ہے، علاوہ ازیں صلاۃ قائماً کا اجر دو چند ہونا احادیث میں موجود

(۱)　مشکوة المصابیح،،باب الوتر،الفصل الثالث،ص: ۱۱۳،قدیمی،رقم الحدیث: ۱۲۹۵/شرح معانی الآثار،باب التطوع بعد الوتر،رقم الحدیث: ۲۰۱۰،انیس

(۲)　مشکاة المصابیح، باب الوتر، الفصل الثالث، ص: ۱۱۳، قدیمی، رقم الحدیث: ۱۲۹۲/سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی الرکعتین بعد الوتر،رقم الحدیث: ۱۱۹۵/سنن الترمذی،باب ماجاء لا وتران فی لیلة،رقم الحدیث: ۴۷۱،انیس

(۳)　مشکوة المصابیح،باب الوتر،الفصل الثالث،ص: ۱۱۳،قدیمی،رقم الحدیث: ۱۲۹۳/سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی الرکعتین بعد الوتر،رقم الحدیث: ۱۱۹۶،انیس

ہے اور بعد وتر کی دونفلوں کا استثنا نہیں ہے، نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بیٹھ کر ادا فرمانے میں بھی وہی اجر ہے، جو کھڑے ہو کر پڑھنے میں ہے۔ یہ خصوصیت ہے:

عن عبد اللّٰه بن عمرو قال: "حدثت أنَّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "صلاة الرجل قاعداً نصف الصلاة، قال: فأتيته فوجدته يصلى جالساً فوضعت يدى علىٰ رأسه، فقال: مالک يا عبد اللّٰه بن عمرو؟ قلت: حدثت يا رسول اللّٰه أنک قلت: صلاة الرجل قاعداً علىٰ نصف الصلاة وأنت تصلى قاعداً، قال أجل ولكنى لست كأحد منكم". {رواه مسلم والنسائى وأبوداؤد بلفظهما}(۱)

عائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها سئلت، كيف كان يصنع رسول اللّٰه فى الركعتين وهو جالس؟ قالت: كان يقرأ فيهما، فإذا أراد يركع قام فركع". (۲)

وفى أخرىٰ: "كان يصلى جالساً فيقرأ جالساً، فإذا بقى نحو ثلاثين أوأربعين آيةً، قام فقرأ هن قائماً، ثم ركع، ثم سجد، ففعل فى الركعة الثانية مثل ذلک، فإذا قضىٰ صلا ته، فإن كنتُ يقظى تحدث معى، وإن كنت نائمةً اضطجع". (جمع الفوائد: ۷۴/۱)(۳)

بایں ہمہ اگر کوئی شخص محض اتباع کی نیت سے بیٹھ کر ہی پڑھے اور دو چند ثواب سے قطع نظر کرے تو کیا بعید ہے کہ اتباع کا ثواب بھی زیادہ ہو جائے، **"إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوىٰ".** (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۲/۷-۲۱۵)

---

(۱) صحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة وقاعداً: ۲۵۳/۱، قديمى، رقم الحديث: ۷۳۵/ سنن النسائى، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، فصل صلاة القائم علىٰ صلاة القاعد: ۲۴۵/۱، قديمى، رقم الحديث: ۱۶۵۹/ سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فى صلاة القاعد: ۱۵۵/۱، إمدادية ملتان، رقم الحديث: ۹۵۰، انيس

(۲) جمع الفوائد، كتاب الصلاة، كيفية الصلاة وأركانها: ۱۹۳/۱، (رقم الحديث: ۱۳۵۴، ۱۳۵۵) إدارة القرآن كراچى/ صحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة وقاعدا رقم الحديث: ۷۳۱/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء فى الركعتين بعد الوتر، رقم الحديث: ۱۱۹۶/ سنن أبى داؤد، باب صلاة الليل، رقم الحديث: ۱۳۴۰/ سنن النسائى، باب إباحة الصلاة بين الوتر وبين الركعتين، رقم الحديث: ۱۷۵۶، انيس

(۳) جمع الفوائد، كتاب الصلاة، كيفية الصلاة وأركانها: ۱۹۳/۱، (رقم الحديث: ۱۳۵۴، ۱۳۵۵) إدارة القرآن كراچى/ صحيح البخارى، باب إذا صلى قاعدا ثم صح أو وجد خفة تمم، رقم الحديث: ۱۱۱۹، صحيح لمسلم، باب جواز النافلة قائما أو قاعدا، رقم الحديث: ۷۳۱/ سنن أبى داؤد، باب فى صلاة القاعد، رقم الحديث: ۹۵۴/ سنن الترمذى، باب فيمن يتطوع جالسا، رقم الحديث: ۳۷۴، انيس

(۴) صحيح البخارى، كيف كان بدء الوحى إلىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۲/۱، رقم الحديث: ۱/ سنن ابن ماجة، باب النية، رقم الحديث: ۴۲۲۷/ سنن أبى داؤد، باب فيما عنى به الطلاق والنيات، رقم الحديث: ۲۲۰۱/ شرح معانى الآثار، باب طلاق المكره، رقم الحديث: ۴۶۵۰، انيس

عشاسے پہلے چار رکعت:

سوال: قبل العشاء چار رکعت سنت کے بارے میں حضور والا کی رائے معلوم ہوئی، حضور والا سے مراجعت کے بعد ہدایہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت نظر آئی، ارسال خدمت کر رہا ہوں کہ صحیح اور سقم کا حق حضور والا ہی کو حاصل ہے، اگر چہ مراراً حضرت کی نظر پڑی ہوگی:

فی سنن سعید بن منصور من حدیث البراء رفعه: "من صلی قبل العشاء أربعاً، کان کأنما تهجد من لیلة، ومن صلاهن بعد العشاء کمثلهن من لیلة القدر". وأخرجه البیهقی من حدیث عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها موقوفاً، وأخرجه الدارقطنی والنسائی موقوفاً علٰی کعب". (حاشیة الدارية، مكتبة رشيدية)(۱)

البتہ نصب الرایہ میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے۔ (دیکھئے: نصب الرایہ: ۱۳۹/۲)(۲)

حضرت والا! نسائی میں روایت نظر نہیں آئی، دیگر کتابیں نصیب ہی نہیں کہ تلاش کروں، اب ۸/شعبان کو فرصت ہو رہی ہے؛ اس لیے گھر کا پتہ جوابی پوسٹ کارڈ پر درج ہے، امید ہے بے ادبی معاف فرمائیں گے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

عشا سے قبل چار رکعت پڑھنے کی روایت کتبِ حدیث میں مجھے نہیں ملی، آپ کے فرستادہ حوالہ کو میں نے تلاش کیا، متونِ حدیث میں کہیں نہیں پایا، فقہا و محدثین نے لکھا ہے:

"وأما الأربع قبل العشاء، فذکروا فی بیانه أنه لم یثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة، فکان حسناً؛ لأن العشاء نظیر الظهر فی أنه یجوز التطوع قبلها وبعدها، کذا فی البدائع. ولم ینقلوا حدیثاً فیه بخصوصه لاستحبابه". (البحر الرائق)(۳)

البتہ حاشیۃ البحر میں بحوالہ الاختیار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے:

"أنه علیه الصلاة والسلام کان یصلی قبل العشاء أربعاً، آه". (ص: ۳۱۵)(۴)

ایک نقل کردہ عبارت میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

"وهو ما عزی إلٰی سنن سعید بن منصر من حدیث براء بن عازب رضی اللّٰه تعالٰی عنه

---

(۱) الدراية فی تخريج أحاديث الهداية، باب النوافل، فصل فی القراءة: ۱۲۹/۱، مكتبة شركة علمية/المعجم الأوسط، من اسمه محمد، رقم الحديث: ۶۳۳۲، انيس

(۲) نصب الرأية، باب النوافل: ۱۲۹/۲، مؤسسة الريان، انيس

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۸۸/۲، رشيدية

(۴) منحة الخالق حاشية البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۸۸/۲، رشيدية

قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم:"من صلٰی قبل الظھر أربعاً کان کأنما تھجد من لیلتہ،ومن صلاھن بعد العشاء کمن صلاھن لیلۃ القدر".رواہ البیہقی من قول عائشۃ.والنسائی والدار قطنی من قول کعب".(۱)

الحاصل قبل العشاء چار رکعت سنت کا ذکر کتبِ حدیث میں نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۳۹۳/۷/۳ ۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۰-۲۱۲)

عشا سے پہلے سنت کی رکعات کی تعداد:

سوال: عشا کی نماز میں جو چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہے، وقت کم ہونے کی بنا پر چار کے بجائے صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو درست ہیں، یا نہیں؟ اگر حوالہ دے دیا جائے تو بہتر ہے؛ کیوں کہ یہاں پر جاہلوں کی آبادی ہے؛ تا کہ ان کو سمجھا سکوں۔ (ڈاکٹر عقیل احمد مشک آباد)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

عشا سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ نہیں؛ بلکہ یہ مستحب ہیں، دو پڑھ لے تو یہ بھی کافی ہے۔

"ویستحب أن یصلی قبل العشاء أربعاً،وقیل:رکعتین". (۳)

مگر چار میں زیادہ ثواب ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۲۰۸)

عشا کی بعد والی سنت کے بعد نفل:

سوال: بعد نماز عشا؛ یعنی بعد فرض دو سنت کے جو دو رکعت نفل پڑھتے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) فتح القدیر،کتاب الصلاۃ،باب النوافل: ۱/۴۴۲،مصطفٰی البابی الحلبی

(۲) البتہ کتب فقہ میں ہے جیسا کہ طحطاوی نے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

"عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا أنہ علیہ الصلاۃ والسلام کان یصلی قبل العشاء أربعاً،ثم یصلی بعدھا أربعاً،ثم یضطجع".(حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،کتاب الصلاۃ،فصل فی بیان النوافل،ص: ۳۹۰،قدیمی)

(۳) رد المحتار،کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل،مطلب فی السنن والنوافل: ۲/۱۳،سعید

"قولہ:(ولم ینقلوا حدیثاً فیہ بخصوصہ)نقل فی الاختیار"عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا أنہ علیہ السلام؛کان یصلی قبل العشاء أربعاً،ثم یصلی بعدھا أربعاً،ثم یضطجع".ونقلہ عنہ أیضاً فی إمدادالفتاح ثم قال: وذکر فی المحیط إن تطوع قبل العصربأربع وقبل العشاء بأربع فحسن؛لأن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لم یواظب علیھا".(منحۃ الخالق ھامش البحرالرائق،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل: ۲/۸۸-۸۹،رشیدیۃ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

دو (رکعت) سنت مؤکدہ عشا کے بعد دو، یا چار (رکعت) نفل پڑھنا قبل الوتر مستحب ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے:

عن شريح بن هاني عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قال: سألتها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقالت: ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قطّ فدخل عليّ إلا صلىٰ أربع ركعات أوست ركعات". (رواه أبو داؤد)(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۱/۴)

عشا کے فرض کے بعد دو رکعت سنت متواترۃ کے علاوہ دو رکعت نفل کا ثبوت:

سوال: ہمارے علاقۂ پنجاب میں عشا کی دو سنتوں کے بعد جو مؤکدہ ہیں، دو رکعت نماز نفل اکثر لوگ بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اس دو رکعت نماز نفل کا کسی حدیث صحیح، حسن، یا ضعیف سے کچھ ثبوت ہے، یا کہ بدعت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

عن شريح بن هاني عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قال سألتها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت ما صلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قطّ فدخل عليّ إلا صلىٰ أربع ركعات أوست ركعات". (رواه أبو داؤد ورواه أحمد و أبو داؤد وإسناده صحيح، كذا في آثار السنن: ۲۳/۲)(۲)

۲۲/صفر ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص: ۲۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۶۷/۱)

وتر سے قبل کی دو رکعت نفل ثابت ہے:

سوال: وتر کے قبل جو دو رکعت نفل لوگ پڑھتے ہیں، ان کا کہیں ثبوت ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۰۴۱، مولوی عبدالقدوس صاحب امام مسجد (ترکمان دروازہ دہلی) ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ/۷ جولائی ۱۹۳۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

عشا کے بعد دو رکعتیں تو سنت مؤکدہ اور دو نفل ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ثبوت ہے۔

---

(۱) أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة بعد العشاء: ۱۹۲/۱، مكتبة حقانية ملتان، رقم الحديث: ۱۳۰۳، انيس

(۲) (ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھ کر جب بھی میرے گھر میں تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعت پڑھتے (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسئولہ دو رکعتیں سنت ہیں بدعت نہیں ہیں۔ (سنن ابی داؤد، باب الصلاة بعد العشاء، رقم الحديث: ۱۳۰۳/ مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن، الفصل الثاني، ص: ۱۰۴، انيس)

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"صلی رسول اللّٰہ صلی علیہ وسلم العشاء ثم جاء فصلی أربع رکعات ثم نام ثم قام، إلخ". (۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی، پھر گھر میں آئے اور چار رکعتیں پڑھیں، پھر سو گئے، پھر (تہجد کے لیے) اٹھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۸) ☆

وتر کے بعد کوئی نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: وتر کی نماز کس کو کہتے ہیں؟ میری دانست میں وتر کی نماز سب سے آخری نماز ہے، جب کہ مسجدوں میں دیکھتا ہوں کہ لوگ وتر کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عشا کی فرض نماز کے بعد وتر کی تین رکعت نماز ہے، جو واجب ہے اور دو رکعت سنت کے بعد ادا کی جاتی ہے، اگر کوئی تہجد کی نماز کا پابند ہے تو چاہیے کہ آخر شب میں تہجد کے بعد ادا کرے۔

وتر کو آخری نماز بنانے کی ہدایت جو حدیث میں ہے، وہ نماز تہجد کے اعتبار سے ہے، ویسے کوئی اگر تہجد کا پابند نہیں ہے، یا رات کو اٹھنے کا یقین نہیں رکھتا، اس کو چاہیے کہ وتر وقت پر پڑھ لے، اس کے بعد بھی وہ تہجد کی نماز، یا نفلی نماز پڑھ سکتا ہے۔

وتر کی نماز کے بعد نفلی نماز پڑھنا درست ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(سید) نظام الدین (امیر شریعت سادس)، ۱۱/ شوال المکرّم ۱۴۰۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۳۷)

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال: بت فی بیت خالتی میمونۃ فصلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم العشاء ثم جاء فصلی أربع رکعات ثم نام، ثم قام، فجئت فقمت عن یسارہ فجعلنی عن یمینہ فصلی خمس رکعات ثم صلی رکعتین ثم نام حتی سمعت غطیطہ أو قال خطیطہ ثم خرج الی الصلاۃ. (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب یقوم عن یمین الإمام، رقم الحدیث: ٦٩٧، ص: ١٤٨، بیت الأفکار الدولیۃ، انیس)

☆ وتر کے پہلے اور بعد نوافل:

سوال: نمازِ عشا میں جو چہار نفل قبل و بعد وتر ہیں، ان میں ترجیح کس کو ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

نمازِ عشا میں بعد فرض عشا کے دو سنت مؤکدہ ہیں، اس کے بعد چار رکعت یا دو رکعت نفل و مستحب ہیں، اس کے بعد وتر پڑھے، پھر وتر کے بعد نفل نہیں؛ یعنی جیسا کہ رواج ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اس کا حکم نہیں ہے۔

(ضمیمہ: اس جواب میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "وتر کے بعد نفل نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت، یا مستحب نہیں، جواز کی نفی مقصود نہیں، جیسا کہ آنے والے جوابوں سے جواز ثابت ہے۔ (ضمیمہ: ۵، محمد امین) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۲۱۸-۲۱۹)

(۲) (و) تأخیر (الوتر إلی آخر اللیل لواثق بالانتباہ) وإلافقبل النوم، فإن أفاق وصلی نوافل والحال أنہ صلی الوتر أول اللیل فإنہ الأفضل". (الدر المختار) ==

وتر کے بعد نوافل درست ہیں:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ وتر کے بعد کوئی سجدہ نہیں اور نفل جو وتر کے بعد پڑھی جاتی ہے، پڑھنا جائز نہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

وتر کے بعد نوافل کا پڑھنا جائز ہے، چناں چہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جو عشا کے بعد وتر پڑھ لیتے تھے، وہ آخر رات میں تہجد پڑھتے تھے تو معلوم ہوا کہ وتر کے بعد نوافل ممنوع نہیں ہیں، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھی ہیں، البتہ وتر کے بعد یا کسی نماز کے بعد بلا وجہ تنہا سجدہ کرنا ممنوع ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

لكنها تكره بعد الصلاة لأن الجهة يعتقدونها سنة أو واجبة. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۲۲۰/۴)

وتر کے بعد زائد نفلیں پڑھنا:

سوال: چند روز ہوئے ایک مولوی صاحب نے مسئلہ بیان فرمایا کہ بعد نماز وتر سوائے دو رکعت نفل کے دیگر کوئی نوافل نہیں؛ اس لیے جس کو جس قدر نفل پڑھنا ہو، قبل نماز وتر پڑھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

وتر کے بعد دو سے زائد نفل پڑھنا جائز ہے، (۲) جن کو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے ان سے دلیل پوچھی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ جمادی الثانیۃ ۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ جمادی الثانیۃ ۱۳۵۶ھ۔ صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۴/۷)

== "(قوله فإن أفاق) أي إذا أوتر قبل النوم ثم استيقظ يصلي ما كتب له، ولا كراهة فيه، بل هو مندوب، ولا يعيد الوتر" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة: ۳٦۹/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱۲۰/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) أخبرنا مالك أخبرنا زيد بن أسلم عن أبي مرة أنه سأل أبا هريرة رضي الله تعالىٰ عنه كيف كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر؟ قال: فسكت ثم سأله فسكت ثم سأله فقال: إن شئت أخبرتك كيف أصنع أنا، قال: أخبرني قال: إذا صليت العشاء صليتُ بعدها خمس ركعات، ثم أنام، فإن قمتُ من الليل صليت مثنىٰ مثنىٰ، فإن أصبحت أصبحت علىٰ وتر".

"قال محمد: وبقول أبي هريرة نأخذ، لانرىٰ أن يشفع إلى الوتر بعد الفراغ من صلاة الوتر، ولكنه يصلي بعد وتره ما أحب ولا ينقض وتره وهو قول أبي حنيفة". (الموطأ للإمام محمد، كتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۱٤۷-۱٤۸، نور محمد)

تفصیل کے لیے دیکھئے: (مجموعۃ الفتاویٰ اردو، کتاب الصلاۃ، ص: ۳۳۱، سعید) و (احسن الفتاویٰ: ۵۰۴/۳، سعید)

وتر کے بعد دو رکعت نفل ثابت ہے:

سوال: وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۳۲۱، عبدالحمید صاحب (مارواڑ) ۱۸/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، یکم فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

وتر کے بعد دو رکعت نفل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے، ابوداؤد شریف میں یہ روایت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے، موجود ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۸) ☆

دو رکعت نفل وتر سے پہلے، یا بعد:

سوال: وتر کے بعد دو رکعت نفل مشکوۃ و مسلم کی حدیث کے موافق نہیں ہے کہ آخری نماز شب وتر تھی؛ اس لیے اس نفل کو بھی وتر کے پہلے ہی کیوں نہ پڑھ لیا جائے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نفل وتر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۵/۶/۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۰۵)

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یوتر بتسع رکعات ثم أوتر بسبع رکعات ورکع رکعتین، وهو جالس بعد الوتر یقرأ فیهما فإذا أراد أن یرکع قام فرکع، ثم سجد (أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی صلاة اللیل: ۱/۲۵۵، رقم الحدیث: ۱۳۵۱، دار الفکر، بیروت، انیس)

☆ **وتر کے بعد دو رکعت نفل کا ثبوت ہے:**

(الجمعیۃ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

سوال: بعد وتر دو رکعت نفل جس کو تحیۃ الوتر کہتے ہیں، اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟

الجواب

وتر کے بعد دو رکعت نفل کا ثبوت ہے، ترمذی شریف میں روایت موجود ہے۔(عن أم سلمة رضی اللّٰه عنها: "أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین وقد روی نحو هٰذا عن أبی أمامة وعائشة وغیر واحد عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء لا وتران فی لیلة: ۱/۱۰۸، ط: سعید)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۲۸)

(۲) عن أم سلمة رضی اللّٰه عنها أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین. (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء لا وتران فی لیلة: ۱/۱۰۸، قدیمی/وزاد ابن ماجة خفیفتین وهو جالس. (ابن ماجة، ص: ۸۵)

وتر کے بعد کے نوافل کس طرح پڑھے:

سوال: وتر کے بعد جو دو نفل پڑھتے ہیں، وہ کھڑے ہوکر پڑھے، یا بیٹھ کر اوران دونوں صورتوں میں سے ثواب کس میں ہے؟ بحالت بیٹھ کر پڑھنے کی کیا وجہ ہے کہ ان نوافل کے ثواب کو کھڑے ہوکر نفل جو پڑھے جاویں، اُن پر ترجیح ہو؟

الجواب

اگر کھڑے ہوکر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ بیٹھ کر پڑھے ہیں؛ مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا۔ فقط
(تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۵) ☆

نفل بعد الوتر بیٹھ کر پڑھے، یا کھڑے ہوکر:

سوال: وتر کے بعد بیٹھ کر نوافل پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہوکر؟ اور ان نوافل کو بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب اتنا ہی ہوتا ہے، جتنا کھڑے ہوکر پڑھنے میں ہوتا ہے؟

الجواب

بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا ثواب آدھا ہوتا ہے، یہ عموماً اور مطلقاً ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا ہی ثواب ملتا تھا۔ پس وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنے میں موافق قاعدہ مذکورہ کے آدھا ثواب ہوگا، البتہ بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ وتر کے بعد بیٹھ کر دو نوافل پڑھنا مستحب ہے، جیسا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے؛ (۱) کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ

☆ **وتر کے بعد نفل کس طرح پڑھے:**

سوال: وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھے، یا کھڑے ہوکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح ثابت ہیں؟

الجواب

دونوں طرح درست ہے مگر کھڑے ہوکر پڑھنے میں دو چند ثواب ہے، بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر پڑھا ہے؛ لیکن آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب تھا اور دوسروں کو نصف ثواب ملتا ہے، احادیث سے یہ ثابت ہے۔ (ویتنفل مع قدرته على القيام قاعدًا) لامضطجعاً إلا بعذر (ابتداء و) كذا (بناء) بعد الشروع بلا كراهة في الأصح كعكسه بحر وفيه أجر غير النبي صلى الله عليه وسلم على النصف إلا بعذر. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، فروع الاسفار بسنة الفجر أفضل: ۱/ ٦٥٣، ظفير) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/ ۲۳۱)

(۱) وبعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است، در رکعت اولیٰ ﴿إذا زلزلت الأرض زلزالها﴾ و در رکعت ثانیہ "قل يا أيها الكافرون" خواند۔ (مالابد منہ، ص: ٦٧، محمد ظفیر الدین غفرلہ)

نوافل بعد الوتر میں بھی اگر بیٹھ کر پڑھے تو نصف ثواب فرماتے ہیں،(۱) اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(۲) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۸/۴)

وتر کے بعد نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، یا بیٹھ کر:

سوال: دو رکعت نفل بعد وتر بیٹھ کر پڑھنا چاہیے، یا کھڑے ہو کر، کس میں فضیلت زیادہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عام نماز نفل کے متعلق حدیث میں ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے سے نصف ثواب ملتا ہے۔(۳) اس نفل کا بیٹھ کر پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص اتباع نبوی کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے گا تو زیادہ ماجور ہوگا۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/۹/۱۳۴۹ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۰۴/۲-۲۰۵)

وتر کے بعد نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، یا بیٹھ کر:

سوال: وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا موجبِ زیادہ اجر ہے، یا کھڑے ہو کر؟ چوں کہ اس مسئلہ میں صرف عوام ہی مختلف نہیں؛ بلکہ اہل علم کا بھی اختلاف پایا جاتا ہے؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اس حکم کو مدلل اور بحوالہ کتب احادیث

---

(۱) دیکھئے: فتاویٰ رشیدیہ، باب السنن والنوافل، ص:۳۰۱-۳۰۳

(۲) ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً) لامضطجعاً إلا بعذر ابتداء وكذا بناء بعد الشروع بلا كراهة فى الأصح كعكسه. بحر. وفيه: أجر غير النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على النصف إلا بعذر. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، فروع الاسفار بسنة الفجر أفضل: ۹۷/۱، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس)

أما النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فمن خصائصه أن نافلته قاعدًا مع القدرة على القيام كنافلته قائماً، ففى صحيح مسلم عن عبد اللّٰه بن عمرو: قلت حدثت يارسول اللّٰه أنك قلت: "صلاة الرجل قاعدًا علىٰ نصف الصلاة" وأنت تصلى قاعدًا؟ قال أجل ولٰكنى لست كأحد منكم. بحر. ملخصاً. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مبحث المسائل الستة عشرية: ۶۵۲/۱)

(۳) عن عمران بن حصين قال سألت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم عن صلوٰة الرجل وهو قاعد فقال من صلّى قائمًا فهو أفضل و من صلّى قاعدًا فله نصف أجر القائم ومن صلّى نائمًا فله نصف أجر القاعد. (صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب صلاة القاعد بالإيماء: ۱۵۰/۱، رقم الحديث: ۱۱۰۵، انيس)

(۴) عن أم سلمة رضى اللّٰه عنها أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلى بعد الوتر ركعتين خفيفتين وهو جالس. (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب ماجاء فى الركعتين بعد الوتر جالساً، ص: ۱۳۳، رقم الحديث: ۱۱۹۵، بيت الأفكار الدولية، انيس)

شریفہ، یا فتاویٰ سے وضاحت فرمائیں؟ اور اگر خیر القرون وائمہ مجتہدین سے کسی کا قول وعمل بھی ثابت ہو تو تحریر فرما کر مشکور فرمایا جائے، موجب اجر عظیم ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

عن عبدالله ابن عمرو رضى الله تعالىٰ عنهما قال: حدثت أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: صلاة الرجل قاعداً نصف الصلاة، قال: فأتيته، فوجدته يصلي جالساً فوضعت يدى علىٰ رأسه، فقال: مالك يا عبد الله بن عمرو! قلت: حدثتُ يا رسول الله! إنك قلت: صلاة الرجل قاعدًا علىٰ نصف من صلاة القائم، وأنت تصلى قاعداً؟ قال: أجل! ولكني لست كأحد منكم. (فتح القدير: ۳۲۹/۱)(۱)

(ولا يجوز النفل قاعداً)؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر قاعداً من غير عذر ولٰكن له: أى للمتنفل جالساً نصف أجر القائم لقوله صلى الله عليه وسلم من صلىٰ قائما فهو أفضل ومن صلىٰ قاعداً فله نصف أجر القائم، آه. (۲)

يستثنٰى منه صاحب الشرع –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– كما ورد عنه، فإن أجر صلاته قاعداً كأجر صلاته قائماً، فهو من خصوصياته، آه. (۳)

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يوتر بتسع ركعات، ثم) لما ضعف (أوتر بسبع ركعات، وركع ركعتين وهو جالس بعد الوتر يقرأ فيهما) القرآن، (فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم سجد) هٰذا الكلام إن تعلق بالركعتين فإذا كان يقرأ في الركعتين سوراً طوالاً تقرأ قاعداً، ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع ويسجد وهو قائم. وأما إذا قرأ فيها السور القصار، يقرأ وهو قاعد ويركع ويسجد وهو قاعد، آه. (بذل المجهود: ۲۹۴/۲-۲۹۵)(۴)

هٰذا الحديث أخذ بظاهره الأوزاعى وأحمد فيما حكاه القاضى عنهما، فأباحا ركعتين بعد الوتر جالساً وقال أحمد: لا أفعله ولا أمنع من فعله، قال: وأنكره مالك. قلت: الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلاة بعد الوتر وبيان جواز النفل جالساً ولم يواظب علىٰ ذلك بل فعله مرة أو مرتين أو مرات قليلة، آه. (شرح النووى لمسلم: ۲۵۴/۱)(۵)

---

(۱) الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب جواز النافلة قائماً و قاعداً: ۲۵۳/۱، قديمى

(۲) مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قديمى

(۳) حاشية الطحطاوى تحت المراقى، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قديمى

(۴) بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب فى صلاة الليل: ۲۹۴/۲-۲۹۵، إمدادية ملتان

(۵) شرح الكامل للنووى علىٰ الصحيح للإمام مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، إلخ: ۲۵۴/۱، قديمى

والصواب أن يقال: إن هاتين الركعتين تجري مجرى السنة وتكميل الوتر، فإن الوتر عبادة مستقلة ولاسيما إن قيل بوجوبه، فتجري الركعتان بعده مجرىٰ سنة المغرب فإنها وتر النهار والركعتان بعدها تكميل لها، فكذالك الركعتان بعد وتر الليل والله أعلم، آه. (زادالمعاد: ۸٦/۱)(۱)

وأكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم علىٰ تركهما... أو المحققون من أكابرنا علىٰ أن اتيانهما قياماً أفضل، آه. (۲)

عبارات منقولہ میں نوافل بعد الوتر کے متعلق تمام پہلو اور دلائل آ گئے، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر ان کو پڑھنا مستحب فرمایا ہے۔ (کذا فی مالا بدمنہ)(۳)

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے۔ (کذا فی فیض الباری)(۴)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھنا موجبِ زیادۃ اجر ہے۔ (۵)

دونوں طرف علمائے محققین ہیں، ائمہ مجتہدین: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے کوئی تصریح منقول نہیں دیکھی۔

اس میں اختلاف کے رفع کرنے کی سعی بے سود ہے، یہ کچھ اہم اختلاف نہیں، ضوابط کلیہ من الاحادیث کے مطابق قولِ ثانی ہے؛ یعنی کھڑے ہوکر پڑھنا موجبِ زیادۃ اجر ہے اور نفس اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پڑھنے میں ہے، گو اس میں بھی دو قسم کی روایتیں ہیں، وأكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم (۶) کا مسلک ''إعلاء

---

(۱) زاد المعاد، فصل في سياق صلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالليل ووتره وذكر صلاة أول الليل، ص: ۱۲۳، دارالفكر، بيروت

إعلاء السنن، كتاب الصلاة، حكم الركعتين بعد الوتر: ۱۲۷/٦، إدارة القرآن، انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الصلاة، حكم الركعتين بعد الوتر: ۱۰۹/٦، إدارة القرآن، كراچی

(۳) ''وبعد وتر دو رکعت نشسته خواندن مستحب است، در رکعت أولیٰ ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ ودر رکعتِ ثانیة ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ خواند''۔ (مالا بدمنہ، کتاب الصلاۃ، فصل درنوافل، ص: ۵۴، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۴) ''وركعتين جالساً... إن الجلوس فيهما اتفاقي أو قصدي، فاختار النووي رحمه الله تعالىٰ الأول، وعندي المختار هو الثاني؛ لأنهما لم تثبتا عنه قائماً قط، فحمل فعله في جميع عمره علىٰ الاتفاق مما يصادم البداهة''. (فيض الباري علىٰ صحيح البخاري، كتاب اليهجد، باب المداومة علىٰ ركعتي الفجر: ٤٢٦/٢، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

(۵) ''اگر (وتر کے بعد نفل) کھڑے ہوکر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۷۷، قرآن منزل بابو بازار ڈھاکہ)

(٦) وأكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم علىٰ تركهما ... ولكن يكون وهو جالس كما جاء في الحديث ==

السنن'' کی عبارت میں منقول ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۳/۱۱/۶۷ ۱۳ھ۔
الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۵/۷-۲۲۷) ☆

وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنا:

سوال: وتر کے بعد نفل دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرنا افضل اور بہتر ہے، یا کھڑے ہوکر؟ اوران دونوں میں سنت کیا ہے؟
(المستفتی: ۱۰۶، محمد رفیق صاحب ۲۲/ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲/ نومبر ۱۹۳۳ء)

== دلالة علىٰ استحباب الجلوس فی هاتين الركعتين وعليه العامة. وبعض أهل العلم فی زماننا والمحققون من أكابرنا علىٰ اتيانهما قياماً أفضل. (اعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب حكم الركعتين بعد الوتر: ۱۲۹/۶-۱۳۰، ادارة القرآن كراچی، انيس)

(۱) إعلاء السنن، كتاب الصلاة، حكم الركعتين بعد الوتر: ۱۰۹/۶، إدارة القرآن، كراچی

☆ **وتر کے بعد کی دو رکعات نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کا حکم:**

سوال: رمضان یا رمضان کے علاوہ وتر کے بعد دو رکعت نفل کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

وتر کے بعد دو رکعت نفل کا بیٹھ کر پڑھنا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(عن أبي أمامة رضی اللّٰه عنه أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كان يصليهما بعد الوتر وهو جالس يقرأ فيهما إذا زلزلت وقل يا أيها الكافرون رواه أحمد (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الوتر، الفصل الثالث: ۱۱۳/۱) اگرچہ آپ کا یہ فرمان بھی ثابت ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے کا ثواب نصف ملتا ہے اور کھڑے ہوکر پڑھنے کا پورا۔ اس لئے کھڑے ہوکر نوافل کا پڑھنا افضل ہے، اس نفل کے لئے رمضان اور غیر رمضان کا کوئی فرق نہیں ہے۔(عن ابن بريدة قال: حدثنی عمران بن حصين وكان مبسورًا قال: سألت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم عن صلاة الرجل قاعدًا فقال: ''إن صلّی قائمًا فهو أفضل ومن صلّی قاعدًا فله نصف أجر القائم''. (صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب صلوٰة القاعد بالإيماء: ۱۵۰/۱، قديمی، رقم الحديث: ۱۱۰۵/سنن أبی داؤد، باب فی صلاة القاعد، رقم الحديث: ۹۵۱/صحيح ابن خزيمة، باب تفسير أجر صلاة القاعد عن صلاة القائم، رقم الحديث: ۱۲۳۶، انيس)

حدیث قولی کھڑے ہوکر پڑھنا اور حدیث عملی اس خاص نماز کو بیٹھ کر پڑھنا بتاتی ہے، اگر کوئی اتباع عمل نبی کی نیت کر کے بیٹھ کر پڑھے تو کیا عجب کہ اس خاص نماز کی حد تک وہ خاص اجر کا مستحق ہو اور اگر حدیث قولی کی اتباع میں کھڑے ہوکر پڑھے تو اصل سنت کھڑے ہوکر پڑھنا ہی ہے۔[مجاہد] فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۶/۱/۷۱ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۰۴/۲)

الجواب

وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛(۱) مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر پڑھنے میں پوری نماز کا ثواب ملتا تھا اور ہم کو بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے؛(۲) لیکن اگر کوئی شخص ان نفلوں کو بیٹھ کر ہی پڑھے تاکہ حضور کے فعل کی مطابقت رہے اور آدھے ثواب کو ہی پسند کرے تو اسے اختیار ہے اور جو کھڑے ہو کر پڑھے وہ پورے ثواب کا مستحق ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳۸۷/۳)

وتر کے بعد کھڑے ہو کر نفل پڑھنا افضل ہے:

سوال: نوافل بعد وتر میں خصوصا اور دوسرے نوافل میں عموما کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پڑھنے میں افضلیت کا کوئی درجہ ہے، یا نہیں؟ قیام کو فضیلت ہے، یا قعود کو؟

(المستفتی:۵۰۹، حاجی قاسم احمد سورتی ۴/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ، مطابق ۶/جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب

نوافل کھڑے ہو کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے، اس میں تمام نوافل برابر ہیں، وتر کے بعد کی نفلوں کا اس حکم سے تخصیص کا ثبوت نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی پورا ثواب ملتا تھا، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نفلیں بیٹھ کر پڑھی ہیں تو ہم اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہیں کر سکتے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۳۱۶/۳)☆

(۱) عن عائشة رضی الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة، ثم يركع ركعتين يقرأ فيهما وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع. (الحديث) (آثار السنن، باب الركعتين بعد الوتر، ص:۷۲، ط: إمدادية ملتان)

وعن أبي أمامة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصليهما بعد الوتر، وهو جالس. (الحديث) (آثار السنن، باب ركعتين بعد الوتر، ص:۱۷۳، ط: إمدادية)

(۲-۳) ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدًا (... أجر غير النبي صلى الله عليه سلم على النصف إلا بعذر. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل، فروع الاسفار بسنة الفجر أفضل: ۳۶/۲-۳۷، دار الفكر، انيس)

☆ وتر کے بعد دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے:

سوال: وتر کے بعد جو دو رکعت نفل نماز پڑھی جاتی ہے اس کو بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہو کر؟

(المستفتی:۱۴۱۷، شمس الدین صاحب مانڈے بر ما ۱۵/صفر ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۷/اپریل ۱۹۳۷ء) ==

وتر کے بعد دو رکعت میں کھڑے ہونے کی افضلیت کی تحقیق:

سوال: امداد الفتاویٰ دیکھتے ہوئے آج کل وتر کے بعد دو رکعتیں جالساً پڑھنے کو خطا قرار دیا ہے اور حدیث ابن

==

الجواب

وتر کے بعد کی دو رکعتیں نفل کی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔(ویتنفل مع قدرته على القيام قاعدًا)، لامضطجعًاإلابعذر ...أجر غيرالنبى صلى الله عليه وسلم على النصف إلابعذر،إلخ.(الدرالمختارعلىٰ هامش، كتاب الصلاة،باب الوترو النوافل، فروع الأسفاربسنة الفجرأفضل: ٣٦/٢-٣٧،دار الفكر بيروت،انيس)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۱۸/۳)

وتر کے بعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے:

(۱) وتر کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھی جاتی ہے، اس کو بیٹھ کر پڑھنا چاہیے، یا کھڑے ہو کر؟ بہشتی زیور میں جناب مولانا اشرف علی صاحب نے کھڑے ہو کر پڑھنے کو لکھا ہے اور مفتاح الجنۃ میں لکھا ہوا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا چاہیے۔

(۲) ظہر کی نماز فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ جو پڑھی جاتی ہے، اس کے بعد دو رکعت اور بیٹھ کر جو لوگ پڑھتے ہیں، اس کی سند ہے، یا نہیں؟ نیز مغرب کی دو رکعت سنت مؤکدہ اور عشاء کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے بعد بھی لوگ دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔

(المستفتی: ۱۲۴، حبیب اللہ ضلع غازیپور، یکم شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۰ر نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

وتر کے بعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنی بہتر ہیں؛ تاکہ پورا ثواب ملے، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملے گا۔(ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً)لا مضطجعاً الا بعذر(ابتداء و) كذا بناء بعد الشروع بلا كراهة فى الأصح"بحر"وفيه أجرغيرالنبى صلى الله عليه وسلم على النصف إلابعذر(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة ،باب الوترو النوافل،فروع الاسفاربسنة الفجرأفضل: ٣٦/٢،ط:سعيد)

(۲) ہاں ان دو رکعت کی بھی سند ہے اور مغرب وعشا کے بعد دو سنت مؤکدہ ان کے بعد دو رکعت نفل کی بھی سند ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت:"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ثابرعلىٰ ثنتى عشرة ركعة من السنه بنىٰ الله له بيتا فى الجنة.أربع ركعات قبل الظهرور كعتين بعدها وركعتين بعدالمغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل الفجر.(جامع الترمذى، كتاب الصلاة،باب ما جاء فيمن صلىٰ فى يوم وليلة ثنتى عشرركعة من السنة: ٩٤/١،رقم الحديث: ٤١٤، ط:سعيد)

(وسن) مؤكدًا (أربع قبل الظهر)...(وركعتان قبل الصبح وبعد الظهروبعد المغرب والعشاء).(الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب النوافل والوتر: ١٣/٢،ط:سعيد)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۱۵/۳)

ملفوظ: بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ ثواب ہے بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے اور مالا بد کی اس روایت کا اعتبار نہیں ہے۔(تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۵-۳۰۶)

ماجہ کی جوسنن ابی داؤد میں بھی نقل کی ہے کہ آپ نفس قرأت جالساً کر کے پھر کھڑے ہو جاتے تھے، حالاں کہ سنن ابی داؤد میں دوسری روایت (اگر اس کی ضرورت ہوئی تو نقل کر کے بھیج دوں گا) حضرت عائشہؓ سے ہی یہ ہے کہ قرأت اور رکوع وغیرہ سب جالساً کرتے تھے، یہاں تک کہ اس پر آپ کی وفات ہوگئی، اس سے آخر تک کا عمل تصریحاً معلوم ہوتا ہے اور یہی اپنے اساتذہ سے اب تک سنا ہے اور گو قاعدہ کے اعتبار سے اجر اس میں غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نصف ہونا چاہیے؛ لیکن حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہ سے منقول ہے کہ اگر اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے گا کہ آپ سے یونہی منقول ہے تو اس نیت سے ان شاء اللہ تعالیٰ عجب نہیں کہ ثواب میں بھی کمی نہ رہے۔ واللہ اعلم

بہرحال مسئلہ کچھ ہو؛ مگر معمول نبوی تو یہی معلوم ہوتا ہے قرأت اور رکوع کی تفریق میں فقط یہی ایک روایت ہے، جس کے معارض دوسری روایت موجود ہے اور سنن کی ان روایات متعارضہ سے علاحدہ ہو کر دیکھا جائے تو صحیحین کی روایات میں مطلق صلی جالساً کا لفظ موجود ہے، جس سے باطلاقہ متبادر یہ ہے کہ رکوع وغیرہ اور قرأت میں کوئی فرق نہ تھا، شاید رواۃ سے اس ابن ماجہ کی روایت میں کچھ اختلاط وغیرہ ہوا ہو اور انہوں نے بعض رکعات تہجد کو جو آپ اس طرح پڑھتے تھے کہ قرأت تو بیٹھ کر اور رکوع کھڑے ہو کر ان دو رکعتوں کے ساتھ لگا دیا ہو، بہرکیف معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بظاہر وہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

مجھ کو تو تعارض معلوم نہیں ہوتا کہ ترجیح، یا احتمال اختلاط کا قائل ہونا پڑے، روایت ابن ماجہ کو مطلق صلی جالساً کی تفسیر کیوں نہ کہی جاوے اور جس روایت میں رکوع جالسا کی تصریح ہو، اس کو محمول اختلاف اوقات پر کیا جاوے، پھر قول مطلق ہے، فعل کو اس پر منطبق کرنا اچھا ہے، تخصیص کے قائل ہونے سے اور مسئلہ ظنیہ ہے جانبین میں گنجائش ہے۔

۲۳ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ (تتمہ خامسہ، صفحہ:۳۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۹/۱-۴۶۰) ☆

☆ سوال: وتر کے بعد نفل دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرنا افضل اور بہتر ہے، یا کھڑے ہو کر؟ اور ان دونوں میں سنت کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

فی سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی الرکعتین بعد الوتر جالسًا، عن أبی سلمة قال حدثتنی عائشة قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بواحدة ثم یرکع رکعتین یقرأ فیهما وهو جالس فإذا أراد أن یرکع قام فرکع. (سنن ابن ماجة، کتاب إقامة الصلاة، باب ماجاء فی الرکعتین بعد الوتر جالساً: ۸۳/۱، قدیمی، رقم الحدیث: ۱۱۹۶، انیس)

اس حدیث سے بالتخصیص ان نوافل بعد الوتر میں قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوا، رہا یہ کہ رکوع کے قبل جلوس فرماتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قرأت طویل پڑھتے تھے اور آخر عمر میں ضعف بڑھ گیا تھا، یہ جلوس اس عارض کی وجہ سے تھا اور جب قرب رکوع کا ہوتا تھا، چونکہ وہ عارض مرتفع ہو جاتا تھا تو پھر کھڑے ہو جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اصل میں قیام تھا، ورنہ جو لوگ بیٹھ کر ==

رکعتین بعد الوتر کے متعلق بہشتی زیور کے ایک مسئلہ پر شبہ کا جواب:

سوال: بہشتی زیور دوسرا حصہ بیان نفل پڑھنے میں لکھا ہے کہ نفل کھڑے ہوکر پڑھنا بیٹھ کر پڑھنے سے بہتر ہے، اوراس میں وتر کے بعد کی نفل بھی آ گئی؛ مگر مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ جلد سوم صفحہ: ۵۷ میں ہے کہ وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے، ان دونوں مسائل کو کیسا سمجھنا چاہیے، جواب باصواب سے مشروف فرماویں، دیگر جائے مجموعہ فتاویٰ جلد اوّل صفحہ: ۱۵۴ میں بھی بیٹھ کر پڑھنا بتلایا ہے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"فإذا أوتر أحدكم فليركع ركعتين". (رواه الدارمي عن ثوبان)(۱)

ونیز ارشاد فرمایا ہے:

عن عمران بن حسين وكان مبسوراً قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلوٰة الرجل قاعداً فقال ان صلىٰ قائماً فهو أفضل من صلّى قاعداً فله نصف أجر القائم ومن صلىٰ نائما فله نصف أجر القاعد. (رواه البخاري)(۲)

== پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، وہ اس قیام کے بھی قائل نہیں اور روایت مذکورہ کا اطلاق بھی اس کا مؤید ہے، غرض عوام؛ بلکہ خواص میں جو اس کے خلاف مشہور ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں اور بعض رسائل اردو فارسی میں جو لکھ دیا ہے، وہ کسی معتبر جگہ سے نقل نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم

۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

سوال: بعد وتر نماز عشا کے نفلوں کا حضور نے بہشتی زیور میں تحریر فرمایا ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھنا چاہیے اور ایک وعظ میں ارشاد ہے "وعظ عود العبد ص ۱۴" میں کہ بعض اکابر کا قول ہے، چوں کہ بعد وتر کے دو رکعت حضور سے بیٹھ کر ہی پڑھنا منقول ہے اور قواعد شرعیہ سے بیٹھ کر پڑھنے میں نصف ثواب کا استحقاق ہوتا ہے؛ مگر چوں کہ حضور نے بیٹھ کر پڑھی ہے؛ اس لیے ہم کو بیٹھ کر پسند ہے، خادم کے واسطے جس طرح ارشاد ہو، تعمیل کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ قول چوں کہ مشعر اتباع تھا؛ اس لیے نقل کیا، چنانچہ اوپر کے مضمون کے ملانے سے یہ امر واضح ہے؛ لیکن یہ عمل موقوف اس پر ہے کہ یہ ثابت بھی ہو، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی منقول ہے؛ اس لیے اب افضل یہی ہے، آپ کھڑے ہوکر پڑھئے، یہاں تو صرف بعض اکابر کے اس قول کا مبنی بیان کیا تھا۔

۱۵ر محرم ۱۳۴۳ھ (تتمہ خامسہ: ۳۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۵۹-۴۶۱)

(۱) سنن الدارمي، باب في الركعتين بعد الوتر، رقم الحديث: ۱٦۳٥، انيس

(۲) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب صلاة القاعد بالإيماء، رقم الحديث: ۱۰٦٥، ۱/۱٥۰، قديمي، انيس

جو اپنے عموم کی وجہ سے نوافل بعد الوتر کو بھی شامل ہے اور ابنِ ماجہ اور امام احمد نے "کان یصلیها و هو جالس" جو روایت کی ہے، ہمارے نزدیک یہ جلوس تعبداً نہ تھا؛ بلکہ بوجہ تکان وغیرہ کے تھا، اور کَانَ ہمیشہ استمرار کے لیے نہیں ہوتا، جو دوام ثابت ہو۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ، الجواب صحیح، ظفر احمد عفا عنہ، ۹ر شوال ۱۳۴۳ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۲۲/۲)

ظہر، مغرب اور عشا کی نوافل میں کھڑے ہونے کی افضلیت کا حکم:

سوال: عوام الناس بعد نماز ظہر اور بعد نماز مغرب اور بعد نماز عشا(۱) دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور بیٹھ کر ادا کرنے کو بہ نسبت کھڑے ہو کر ادا کرنے کے افضل اور بہتر سمجھتے ہیں، یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

فی الدر المختار عن البحر: أجر غير النبي صلى الله عليه وسلم على النصف إلا بعذر، آه. (۲)

اس روایت کے اطلاق سے سب نوافل کا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ثابت ہوتا ہے؛ اس لیے عوام الناس کا سمجھنا غلط ہے۔

۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۵۲/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۹/۱)

بیٹھ کر نماز نفل مغرب وعشا کی پڑھنا:

سوال: مغرب اور وتر کے مابعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنی چاہئیں، یا بیٹھ کر؟

الجواب

نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنے میں زائد ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنا بھی بلا کراہت جائز ہے، البتہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنی چاہیے، کذا جاء فی الحدیث۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۱) ☆

(۱) یعنی عشا کے بعد دو سنت مؤکدہ کے بعد جو دو نفل پڑھنے پڑتے ہیں۔ سعید

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المختار، باب الوتر والنوافل، فروع الاسفار بسنة الفجر أفضل: ۳۷/۲، انیس

☆ **عشا کے بعد کی نوافل کس طرح پڑھے:**

سوال: ایک شخص دریافت کرتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشا کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں، یا کھڑے ہو کر؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کے نفل ادا فرمائے؛ مگر اور جو شخص بیٹھ کر پڑھے تو اس کو نصف (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمہاری نماز بیٹھے ہوئے اس کھڑے ہوئے نماز کے نصف کے برابر ہے، اس کو مؤطا میں امام مالکؒ نے روایت کیا ہے) ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۵)

نفل بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہوکر:

سوال: جن نمازِ پنجگانہ کے بعد جو نفلیں پڑھی جاتی ہیں، آیا ان کو بالالتزام بیٹھ کر پڑھنا چاہیے، یا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے؟

الجواب

نوافل کو بیٹھ کر پڑھنا اگر کسی عذر کی وجہ سے پایا جاوے تو جائز ہے اور متنفل قائم کے ساتھ فضیلت میں بھی برابر ہوگا۔

كما فى جامع الرموز نقلاً عن النهاية: أن أجر صلاة القاعد بعذر يساوى صلاة القائم بالإجماع. (۱)

اگر چہ بعض کا قول یہ بھی ہے کہ صورت مذکورہ میں صرف ازالہ ماثم میں صاحب عذر اور سالم برابر ہیں؛ لیکن اول اشہر ہے اور اگر بلا عذر نوافل کو (باستثناء شفعہ بعد الوتر کے) قاعداً پڑھنا ہے تو اس صورت میں مع الجواز ثواب میں ضرور تنصیف ہوگی۔

قال فى الهداية: ويصلى النافلة قاعدًا مع القدرة على القيام لقوله صلى الله عليه وسلم: صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم. (۲)

یہ جواز اس صورت میں ہوگا کہ بیٹھ کر پڑھنے میں کوئی ایسا التزام نہ ہو، جس سے دیکھنے والوں کو بیٹھ کر پڑھنے کی سنیت، یا وجوب کا گمان ہوجاوے، جیسا کہ بعض مقامات میں ظہر اور مغرب کے بعد لوگوں میں دو رکعتوں کا بیٹھ کر پڑھنا رائج ہوگیا ہے اور وہاں کے عوام اس قعود کو شرعاً لازم سمجھتے ہیں، ایسے مقامات میں یہ قعود بے شک مکروہ ہے۔

كمافى الخيرية: ۳۳۳/۲: "كل مباح يؤدى إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه، آه، نقلاً عن القنية". (۳)

پس زید کا اصرار اس قاعدہ میں داخل ہوگا اور اس عادت کے مٹانے کی کوشش ضروری ہے، نفل بعد الوتر اس سے مستثنیٰ ہے؛ اس لیے کہ وہ بحدیث قاعداً ثابت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۵/۴-۲۱۶) ☆

نوافل بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب ملتا ہے، یا نہیں:

سوال: نوافل بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب ملتا ہے، یا نہ؟ بعد وتر کے نفل کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نوافل اگر بیٹھ کر پڑھے گا بروئے احادیث نصف ثواب ہوجاوے گا۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۷/۴)

(۱) قال الشراح هنا ماحاصله إن الإجماع منعقد على أن صلاة القاعد بعذر مساوية لصلاة القائم فى حق الأجر. (البناية شرح الهداية، صلاة النافلة على الدابة وفى حال القعود: ۵٤١/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) الهداية، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فى القراءة: ۱۳۳/۱، ظفير

(۳) ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدًا) لا مضطجعاً الا بعذر (ابتداءً و) كذا (بناءً) ... وفيه أجر غير النبى صلى الله عليه وسلم على النصف إلابعذر. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، فروع الاسفار بسنة الفجر أفضل: ۹۷/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس) ==

== ففی الصحیح لمسلم عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال حدثت أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:صلوٰۃ الرجل قاعداً نصف الصلاۃ، قال: فأتیت فوجدته یصلی جالساً فوضعت یدی علیٰ رأسه، فقال: مالک یا عبد اللّٰہ بن عمرو! قلت: حدثت یارسول اللّٰہ انک قلت صلاۃ الرجل قاعدًا علیٰ نصف الصلاۃ وأنت تصلی قاعدًا قال: أجل ولکنی لست کأحد منکم. (صحیح لمسلم،باب جواز النافلة قائماً وقاعدًا،کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها: ۲۵۳/۱، قدیمی،انیس)(إلیٰ قوله)حدیث البخاری:من صلیٰ قائماً فهو أفضل ومن صلیٰ قاعدًا فله نصف أجر القائم إلخ.(رد المحتار،باب الوتر والنوافل: ۶۵۲/۱)

☆ نوافل کو کھڑے ہوکر پڑھنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے:

سوال: نوافل کا کھڑے ہوکر پڑھنا تو یقیناً بیٹھ کر پڑھنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے؛ لیکن کسی وقت کی نفل کو بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہوکر پڑھنے جیسا ثواب ملتا ہے، یانہیں؟ (المستفتی :۱۵۵۱،حبیب حسین (بہار)۱۹/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ،۲۹/جون ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

تمام نوافل کا یہی حکم ہے کہ بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؛ مگر آدھا ثواب ملتا ہے اس سے کوئی نفل مستثنیٰ نہیں ہے۔(ویتنفل مع قدرته علی القیام قاعدًا،لامضطجعًا إلابعذر...أجرغیر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علی النصف إلابعذر،إلخ.(الدر المختارعلیٰ هامش رد المحتار،کتاب الصلاۃ،باب الوتر والنوافل،فروع الاسفار بسنة الفجر أفضل: ۳۶/۲ ،انیس) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی :۳۱۹/۳)

نفل نماز کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے:

سوال: وقتی نماز کے نفل عموماً لوگ بیٹھ کر پڑھتے ہیں، یہ طریقہ کیسا ہے؟ (المستفتی:مستری حافظ انعام الٰہی محلّہ فراشخانہ، دہلی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے۔(ویتنفل مع قدرته علی القیام قاعدًا)...(ابتداء و) کذا (بناء) بعد الشروع بلا کراهة فی الأصح کعکسه بحروفیه أجرغیر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علی النصف إلابعذر. (الدرالمختارعلیٰ هامش رد المحتار،کتاب الصلاۃ،باب الوتروالنوافل،فروع الاسفاربسنة الفجرأفضل: ۹۷/۱ ،مکتبۃ زکریا دیوبند،انیس) فرض کے بعد کے نفل اور دیگر نوافل سب کا حکم ایک ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی :۴۵۳/۹)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کا حکم:

سوال: زید نفل نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے، جب کہ نماز میں قیام بھی فرائض میں شامل ہے، اس صورت میں زید کی نماز درست ہوئی، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

قیام غیر معذور شخص کے لیے فرض نمازوں میں ضروری ہے، نفل میں نہیں۔(ومنها القیام)...(فی فرض)وملحق به کنذروسنة فجر فی الأصح (لقادرعلیه)(الدر المختارعلیٰ هامش ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،باب صفة الصلاۃ،ملحق بحث القیام: ۱۳۱/۲-۱۳۲)ویجوزأن ینتقل القادرعلی القیام قاعدًا بلا کراهة فی الأصح کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک (الفتاویٰ الهندیة،کتاب الصلاۃ،الباب التاسع فی النوافل: ۱۱۴/۱)

عبداللہ خالد مظاہری ۲۰/۱۱/۱۴۰۳ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۵۱/۲-۴۵۲)

دن اور رات کے نوافل کے احکام

دن اور رات کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ، کتنی رکعتیں درست ہیں:

سوال: نوافل میں دو ہی رکعت ہوتی ہیں، یا زیادہ بھی؟

الجواب

جس قدر چاہے پڑھے، دن کو چار بیک سلام اور رات [کو] آٹھ رکعت بیک سلام بلا کراہت ہوتی ہیں، اس سے زیادہ درست نہیں؛ مگر بکراہت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۱۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۸۳)

رات کو آٹھ رکعت نفل ایک سلام سے اور اس کا طریقہ:

سوال: میں نے ایک کتاب رکن دین میں دیکھا ہے کہ شب کو آٹھ رکعت نفل ایک سلام سے پڑھ سکتے ہیں؛ لیکن قعدہ کی نسبت کچھ نہیں لکھا، آیا دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا اور اس میں درود دعا پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

قعدہ ہر دو رکعت کے بعد کرنا چاہیے اور درود شریف اور دعا قعدۂ اخیرہ میں پڑھنی چاہیے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۴/۴)

سننِ غیر مؤکدہ میں چار کی نیت:

سوال: سننِ غیر مؤکدہ میں چار کی نیت کی اور قیام جماعت عصر کی بنا پر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ چار جو اپنے ذمے واجب کر لی تھی، ان کا کس وقت اتمام ضروری ہے، یا مسنون ہے، یا دو پڑھنے سے ساقط ہو گئیں؟

---

(۱) (وتكره الزيادة علٰى أربع فى نفل النهار وعلٰى ثمان ليلاً بتسليمة)؛ لأنه لم يرد والأفضل فيهما الرباع بتسليمة وقالا فى الليل المثنٰى أفضل قيل وبه يفتٰى، إلخ... وفى الرد: لأن كل شفع صلاة علٰى حدة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۶۳۲/۱، ظفير)

یہ فتویٰ ضعیف قول پر ہے، جیسا کہ عنوان ''عصر کے پہلے چار مستحب'' کے جواب میں وضاحت سے گذرا ہے، لہٰذا اب تعارض نہ رہے گا۔ محمد امین

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

محض چار کی نیت کر کے شروع کرنے سے چار واجب نہیں ہوئیں، دو ہی واجب ہوئیں، جب دو پر سلام پھیر دیا تو واجب ادا ہو گیا اس کے لیے دو اور پڑھنا لازم نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۲۱۵-۲۱۶)

نوافل میں اگر نیت سے زیادہ پڑھ لیا تو:

سوال: اگر دو رکعت نفل کی نیت کی تھی؛ مگر دو رکعت کے بعد سہو سے قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت پڑھ لی، تب یاد آیا اور ایک رکعت اور ملا لی تو نماز ہو گئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سجدہ سہو کرنے سے نماز تمام ہو جاتی ہے، امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک۔(۲) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۱۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص: ۱۸۲)

نوافل میں اگر ایک مرتبہ میں آٹھ رکعت کی نیت کی تو کیا سب کا ادا کرنا ضروری ہے:

سوال: نوافل میں اگر ایک دفعہ چار، یا آٹھ رکعت کی نیت کی تو سب کا ادا کرنا فرض ہوا، یا دو رکعت کا، درصورت فاسد ہونے نماز کے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

دو رکعت اول واجب ہو گئی، جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہوا تو دو دیگر واجب ہو گئی علیٰ ہذا، اور سلام دے دیا دو پر مثلاً تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ فقط(۳)

(بدست خاص، ص: ۱۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۸۲-۱۸۳)

(۱) قولہ: (لأن كل شفع منه صلاة)... فإذا قام إلى شفع آخر، كان بانياً صلاة علىٰ تحريمة صلاة، ومن خمسة صرحوا بأنه لو نوى أربعاً، لايجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن أصحابنا وأن القيام الى الثالثة بمنزلة تحريمة مبتدأة. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: كل شفع من النفل صلاة: ۲/۱۵۰، دارالكتب العلمية، انيس)

(۲) لو ترك القعود الأول في النفل سهواً ولم تفسد استحباباً. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۸، دار الفكر بيروت، انيس)

(لأنها) أي لأن سجدة السهو (وجبت لجبراً للنقصان) المتمكن في الصلاة. (البناية شرح الهداية، متى يلزم سجدة السهو: ۲/۶۲۶، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) [نوٹ: ایک ضروری مسئلہ: صحت نماز جمعہ کے لیے ملکِ تام، یا وقف ہونا مسجد کا شرط نہیں۔ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

آٹھ سے زیادہ نفل کی نیت مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی، عیدگاہ میں نفل نماز کا حکم اور مسجد کے اندر و باہر:

سوال: آٹھ رکعت نفل کی نیت باندھنا، یا اس سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، یا تحریمی؟ عیدگاہ کے فرش پر کیوں اور نماز مکروہ ہے؟ مسجد کی فضیلت اندر باہر کی ایک ہے، یا کم وزیادہ؟

الجواب

کتب فقہ میں نوافل کے بارے میں یہ ہے کہ دن کی نفلوں میں چار سے زیادہ اور رات کی نفلوں میں آٹھ سے زیادہ ایک نیت سے مکروہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رات کو آٹھ رکعت ایک نیت سے پڑھنا بلا کراہت درست ہے، البتہ اس سے زیادہ مکروہ ہے اور اس مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے؛ کیوں کہ شامی میں کہا کہ بعض مشائخ اس کو مکروہ نہیں کہتے، پس معلوم ہوا کہ مختلف فیہ ہے اور یہ علامت کراہت تنزیہی کی ہے،(۱) اور عیدگاہ کے فرش پر سب نمازیں بلا کراہت جائز ہیں اور مسجد کی فضیلت اندر باہر برابر ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۲۶/۴)

شب عیدین میں نوافل:

سوال: عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے؟ عیدین کی شب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ عیدین کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے،(۳) نبی کریم صلی

---

(۱) (وتكره الزيادة على أربع في نفل النهار وعلى ثمان ليلاً بتسليمة)؛لأنه لم يرد (والأفضل فيهما الرباع بتسليمة).(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل: ۹٥/۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

وفي الرد تحت(قوله لم يرد) ... نعم وقع الاختلاف بين المشائخ المتأخرين في الزيادة على الثمانية ليلاً فقال بعضهم لايكره وإليه ذهب شمس الأئمة السرخسي وصححه في الخلاصة.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل،مطلب في لفظة ثمان: ۱ / ٦٣٢ـ٦٣٣،ظفير)

(۲) أما (المتخذ لصلاة جنازة أوعيد) فهو (مسجد في حق جواز الاقتداء)وإن انفصل الصفوف رفقًا للناس.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب في أحكام المسجد: ٦٥٧/۱، دار الفكر،انيس)

اس سے معلوم ہوا کہ یوں نماز پڑھنے کی بدرجۂ اولیٰ اجازت ہے۔ظفیر

(۳) (و)ندب (إحياء ليلتي العيدين):الفطر والأضحى لحديث:"من أحياء ليلة العيد،أحياء الله قلبه يوم تموت القلب"ويستحب الاكثار من الاستغفار بالأسحار".(مراقي الفلاح، كتاب الصلاة،فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي،ص: ٤٠٠،قديمي) ==

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گزری ہے، جس میں آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی اور نہ دن میں اس کی قضا کی، جب کہ آپ مزدلفہ میں تھے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۱۲/۳ھ، وارد حال: مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ، پنجاب (فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۰/۷)

شکرانہ کی نماز کا حکم:

سوال: شکرانہ کی نماز فرض ہے، یا واجب، یا نفل؟ اور باجماعت ادا کی جائے تو ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

شکرانہ کی نماز نفل ہے،(۲) اگر نذر مانی جائے تو واجب ہو جاتی ہے،(۳) یہ نماز جماعت سے نہیں پڑھی جاتی؛ لیکن اگر چند لوگ جمع ہو گئے اور اس نماز کے پڑھنے کا موقع آ گیا اور سب نے جماعت سے پڑھ لی تو نماز صحیح ہوئی؛(۴)

== عن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قام ليلتي العيدين محتسبا لم يمت قلبه يوم تموت القلب. (رواه ابن ماجة)(إعلاء السنن، باب النوافل والسنن، استحباب قيام ليلتي العيدين: ٤٢/٧، رقم الحديث: ١٧٩١، إدارة القرآن، انيس)

وعن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من أحيٰ ليلة الفطر و ليلة الأضحى، لم يمت قلبه يوم تموت القلوب". (رواه الطبراني في الكبير والأوسط، مجمع الزوائد)(إعلاء السنن، باب النوافل والسنن، استحباب قيام ليلتي العيدين: ٣٥/٧، رقم الحديث: ١٧٩٠، إدارة القرآن)

(۱) النزول بمزدلفة: ثم دفع أتىٰ المزدلفة، فصلىٰ بها المغرب والعشاء بأذان وإقامتين، ولم يسبح بينهما، ثم اضطجع حتىٰ طلع الفجر، فصلىٰ الفجر: أقول: إنما لم يتهجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ليلة مزدلفة؛ لأنه كان لايفعل كثيراً من الأشياء المستحبة في المجامع، لئلا يتخذها الناس سنةً". (حجة الله البالغة، باب قصة حجة الوداع، من أبواب الحج، النزول بمزدلفة، آه: ١٦٨/٢ـ١٦٩، قديمي)

(۲) وسجدة الشكر: مستحبة، به يفتىٰ. (الدر المختار، باب سجود التلاوة: ١١٩/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

(قوله به يفتى)... والأظهر أنها مستحبة كما نص عليه محمد؛ لأنها قد جاء فيها غير ما حديث وفعلها أبوبكر وعمر وعلي. (ردالمحتار، باب سجود التلاوة، مطلب في سجدة الشكر: ٥٩٧/٢ـ٥٩٨، دار الكتب العلمية، انيس)

(۳) (ومن نذر نذرًا مطلقًا أو معلقًا بشرط وكان من جنسه واجب) أي فرض كما سيصرح به تبعًا للبحر والدرر (وهو عبادة مقصودة) خرج الوضوء وتكفين الميت (ووجد الشرط) المعلق به (لزم الناذر) لحديث من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى (كصوم وصلاة وصدقة). (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الأيمان: ٥١٥/٥ـ٥١٧)

(۴) (ولا يصلى الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلك علىٰ سبيل التداعي، بأن يقتدى أربعة بواحد كما في الدر. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٥٠٠/٢، انيس)

لیکن نذر ماننے کی صورت میں نذر ماننے والے کو انفرادی طور سے نماز پڑھنا چاہیے، جماعت سے ان کی نذر ادا نہیں ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۷/۱۲/۱۳۷۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۰۷)

نوشہ کا دوگانۂ شکر ادا کرنا:

سوال: نکاح سے پہلے نوشہ کو قاضی صاحب دو رکعت شکرانہ ادا کراتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(محمد عبدالواحد، پالونجہ)

الجواب

خوشی کے موقع پر نماز شکر ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛ (۱) اس لیے اس کے پڑھنے کی گنجائش ہے، البتہ خاص اس موقع پر نماز ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابہ سے ثابت نہیں اور آج کل بعض مقامات پر اس کو رواج بنالیا گیا ہے، پس، جہاں بہ طور رواج کے اس طرح نماز ادا کی جاتی ہو، وہاں نہ پڑھنا بہتر ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۲/۳۸۶)

نکاح کے بعد شکرانہ کی نماز:

سوال: کیا شادی کے موقع پر نماز شکرانہ ادا کرنا بدعت ہے؟

هو المصوب

بطور شکرانہ کے دو رکعت نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن ان دو رکعتوں کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو لعن وطعن کرنا، اسی طرح صرف سجدہ کرنا اور اس میں بھی بسا اوقات وضو کا بھی اہتمام نہ کرنا شرعاً بے بنیاد ہے۔(۳)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/۵۰-۵۱)

(۱) (ولا يصح اقتداء رجل بإمرأة) ... (و) لا (ناذر) بمتنفل، ولا بمفترض، ولا (بناذر؛ لأن كلا منهما كمفترض فرضًا آخر. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۸۰/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲-۳) فإن تمام الشكر في أن يصلي ركعتين كما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة وقد روى عن إبراهيم النخعي أنه كان يكرهها وهكذا روى ابن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة، لأنه لو فعله من يكون منظورا إليه ربما يظن ظان أن ذلك واجب أو سنة متبعة عند حدوث النعم فيكون مدخلا في الدين ماليس منه وقال عليه السلام: "من أدخل في ديننا ما ليس منه فهو رد" وما من ساعة إلا وفيها نعمة متجددة لله تعالى على كل أحد من صحة أو غير ذلك، فلو اشتغل بالسجود عند كل نعمة لم يتفرغ لشغل آخر، ولما وفق حتى سجد كان ذلك نعمة ينبغي أن يسجد لها ثانيا، الخ. (شرح السير الكبير، باب سجدة الشكر: ۲۲۱/۱، الشركة الشرقية للإعلانات، انيس)

نمازِ عشق:

سوال: کوئی دو رکعت نماز عشق اس طرح پڑھے کہ قیام میں بیس دفعہ اللہ کا ذکر قلب پر جیسا کہ خارج میں کرتے ہیں کر لے، اس کے بعد رکوع میں دس دفعہ اور قومہ میں دس دفعہ اور سجدہ میں دس دفعہ، پھر جلسہ میں دس دفعہ، نماز کے بعد درود ''**اللّٰهم صلِّ وسلم وبارک علٰی من اسمه سیدنا محمد عدد ما فی علم اللّٰه صلاةً دائمةً بدوام ملک اللّٰه**'' کثرت سے پڑھے، اس کے بعد دعا مانگے ''**اللّٰهم اجعلنی محبوس محبتک ومسجون عشقک ومفتون شوقک ومجنون لقائک وأعطنی داء محبتک یا أهل المشتاقین و ارزقنی داء محبتک یا أرحم الراحمین**'' قلب پر ذکر جیسا کہ بیرون نماز کیا جاتا ہے، نماز میں جائز ہے، یا نہیں؟ اس طرح کی نماز پڑھنا طریقت اور شریعت میں جائز ہے، یا کوئی اور حکم ہے؟ ذرا تحقیق ہو جاوے تو بہت عمدہ ہے، نیز نماز میں تصور شیخ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اس جگہ بعض علما ایسے تصور کرنے والوں کو کافر کہنے لگے ہیں، جو کوئی ایسا کرتا ہے کافر ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز عشق جو آپ نے لکھی ہے، بقاعدہ شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں معلوم ہوتی اور طریقت میں بھی وہی عبادت معتبر ہے، جو شریعت میں ثابت ہو اور شرعاً جائز ہو، شرعاً بطریق مذکور شریعت میں ایسی نماز نہیں ہے؛ لیکن اس میں کوئی امر کفر و معصیت کا بھی نہیں ہے، البتہ خلاف طریق سنت ہے اور چوں کہ سوائے ذکر قلبی کے اور کوئی امر زائد اس میں اَوراد و صلوٰۃ سے نہیں ہے؛ اس لیے کفر کی کوئی وجہ نہیں ہے، البتہ تصورِ شیخ نماز میں اس طرح عمداً کرے کہ شیخ کی صورت بالقصد پیش نظر کرے تو یہ ناجائز ہے، اگر چہ کفر نہیں؛ مگر ایسا کرنا نہیں چاہیے؛ کیوں کہ مشائخ رحمہم اللہ جو تصور شیخ کی اجازت دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے شیخ سے ایسی محبت ہو جائے کہ بلا ارادہ شیخ کا خیال دل میں رہے اور تعلق قلبی حاصل ہو جائے، نہ یہ کہ بالقصد صورتِ شیخ کو پیش نظر کرے؛ بلکہ مثال تصور شیخ کی جو جائز ہے، ایسی ہونی چاہیے جیسے محبّ عاشق کو اپنے محبوب کا تصور بلا ارادہ رہتا ہے، اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا اور یہی ہے وہ ایک خاص (مرتبہ)، یعنی فنا فی الشیخ۔

پس ضروری ہے کہ نماز میں تصور مذکور سے پرہیز کرے، باقی بے اختیار حالت پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا، وہ مجبور و معذور ہے۔ نمازِ عشق میں جو آپ نے لکھی ہے، اگر تصور شیخ (بالاختیار) اور غیر اللہ کی طرف اس میں توجہ نہ ہو تو صرف ذکر قلبی بطریق مذکور علاوہ قرأت و تسبیح وغیرہ ضروریات فرائض و سنن و آداب نماز کے ہوں تو اس میں صرف اتنا ہی تأمل ہے، قیام میں فاتحہ و سورت پڑھنے کے بعد ذکر قلبی کے لیے مزید کھڑا رہنا ہے، رکوع کی طرف جانے میں تاخیر کرنا قواعد

شرعیہ کے خلاف ہے، حکم یہ ہے کہ قرأت فاتحہ وسورت کے بعد فوراً رکوع کرے اور (اسی طرح) رکوع میں تسبیح سے فارغ ہوکر فوراً قومہ کرے، اسی طرح تمام نماز میں حکم ہے، پس یہ تاخیر، جو ہر جگہ ذکر قلبی کے واسطے ہوگی، نماز شرع کے خلاف ہے۔

لہٰذا بندہ کے خیال میں احوط یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور قواعد شرعیہ کے موافق نماز پڑھے، نماز سے خارج بہت وقت ایسا ہے کہ اس میں حسب دلخواہ جس قدر چاہے ذکر کرے اور کسی بزرگ نے کسی مرید سے علاجاً یہ فعل کرایا ہے، تو ضروری نہیں کہ اس کو ہمیشہ کیا کرے۔ فقط والسلام مع الاکرام واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۳۲/۴-۲۳۳)

نماز معکوس کی حقیقت:

سوال: بعض کتابوں میں نماز معکوس کی اصطلاح نظر سے گذری ہے؛ لیکن اس کی تفصیل سمجھ میں نہیں آئی؛ یعنی ایسی حالت میں رکوع وسجود وقعدہ وغیرہ ارکان نماز کیوں کر ممکن ہوں گے؟ دوسرے اس کا ثبوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی زندگی سے حدیث وسیر کی عام ومتداول کتابوں میں نظر سے نہیں گزرا، حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات فوائد الفوائد کے شروع میں البتہ یہ تذکرہ موجود ہے کہ سلطان ابوسعید ابوالخیر نے اتباع سنت میں یہ نماز بھی پڑھی تھی اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے القول الجمیل میں اسے اشغال چشتیہ کے ذیل میں درج فرمایا ہے؛ لیکن یہ بھی فرمادیا ہے کہ سنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس باب میں جناب کی تحقیق سے مستفید ہونا چاہتا ہوں؟

الجواب

اس کو صلوٰۃ مجازاً کہہ دیا جاتا ہے، اصل میں یہ ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے اور معالجہ کے لیے منقول وماثور ہونا ضروری نہیں، ہاں منہی عنہ نہ ہونا ضروری ہے، سو یہ منہی عنہ نہیں؛ لیکن اس وقت امزجہ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے، لہٰذا مشائخ نے اس کو ترک فرمادیا ہے۔

تاریخ ۳۰/ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ (تتمہ خامسہ، ص:۶۵۸) (امداد الفتاویٰ جدید:۴۶۸/۱-۴۶۹)

ہدایت الرسول کی نیت سے نماز:

سوال: ماہِ صفر کی آخری چہار شنبہ کو کچھ حضرات بوقت اشراق دو رکعت نفل ''ہدایت الرسول'' کی نیت سے پڑھتے ہیں، بعدہ اسماء الٰہی پڑھتے ہیں اور پھر قصیدۂ بردہ اور دعائے مستغاث پڑھ کر اور دعا وغیرہ مانگ کر شیرینی تقسیم کرتے ہیں، (دریافت کرنے پر یہ فرماتے ہیں کہ آج کے دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیماری میں افاقہ ہوا تھا) اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا یہ جائز ہے؟

هو المصوب

بدعت ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (ندوۃ العلماء: ۶۰/۳-۶۱)

فرض نہ پڑھے اور نوافل پڑھے تو اس کا ثواب ملے گا، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص پنجگانہ نماز کا پابند نہ ہو اور وہ عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز، یا شب میں نوافل ادا کرے تو کیا ان نوافل دوگانہ سے کوئی فائدہ، یا ثواب حاصل نہ ہوگا؟

(المستفتی: ۲۰۸۵، شیخ عبداللہ مولا بخش صاحب بمبئی: ۸، ۲۶/ رمضان ۱۳۵۶ھ، یکم ستمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

نوافل جو ادا کیے جائیں گے، اس کا ثواب خداتعالیٰ کی طرف سے ملے گا، یہ دوسری بات ہے کہ ترک فرائض کے عقاب کے مقابلے میں وہ کچھ فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں، یا نہیں؟

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۱۹/۳)

توبہ کے بعد بھی قضا ضروری ہے:

سوال: راقم الحروف (مرتب مکتوبات مولانا نجم الدین اصلاحیؒ) نے حضرت امام العصرؒ سے قضاء عمری کے متعلق یہ شبہ پیش کیا تھا کہ جب توبہ کر کے کوئی نماز کا پابند ہو گیا اور اب قضا نہیں ہوئی، تو پھر توبہ نے ماقبل کو بھی ذمہ سے ساقط کر دیا، اب پھر قضاء عمری کی کیا ضرورت ہے؟

الجواب

نمازوں کے قضا ہونے کی وجہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک وہ گناہ جو عدول حکمی کی بنا پر ہوتا ہے، دوسری چیز اشتغال ذمہ جو کہ وجوب نماز اور وقت کی بنا پر ہوا تھا، توبہ اور اس کی قبولیت کی بنا پر وہ گناہ جو عدول حکمی اور احترام وقت

(۱) أخبرتني عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، رقم الحديث: ۱۷۱۸، ص: ۸۶۶)/ صحيح البخاري، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷، انيس)

عن العرباض بن سارية قال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فوعظنا موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون ... وإياكم والأمور المحدثات فإن كل بدعة ضلالة. (سنن ابن ماجة، كتاب المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين: ۲۸/۱، رقم الحديث: ۴۲۰، انيس)

کے ٹھکرانے سے ہوا ہے زائل ہو جائیگا، مگر امر ثانی یعنی فراغت ذمہ تو جب ہی ہوگی جبکہ ماوجب کو ادا کر دیا جائے، اس لئے قضا ضروری ہے، دنیاوی دیون ناس پر خیال فرمایئے۔

مکتوبات: ۱/۱۴/۴۱۴۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام: ص ۲۶)

نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا افضل ہے، یا حج بدل کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے ماں باپ، روزہ نماز کے پابند نہ تھے، لاپرواہی سے نماز نہ پڑھتے تھے، اللہ جل شانہ نے زید کو مالی وسعت بخشی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے امسال حج کراویں، حالاں کہ ان کے والدین پر حج فرض نہ تھا، سوال یہ ہے کہ زید کے لیے والدین کے نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا والدین کے لیے زیادہ مفید ہوگا، یا حج کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصليًا

قاعدہ عقلیہ بھی ہے اور شرعیہ بھی کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرائض علی الخصوص ترک صلوٰۃ پر بے حد تشدید ووعید بالعذاب وارد ہے اور قدر مشترک متواتر المعنی ہے، لہٰذا اداء فدیہ کے ذریعہ انقاذ من العذاب والدین کے حق میں از بس مفید وراجح ہے۔

ناکارہ نے اپنی بضاعت کے مطابق کتب فقہ کا کافی تتبع کیا، اس کے باوجود کوئی جزئیہ صراحتاً نہیں مل سکا، البتہ فقہ کی مجموعی عبارات سے فدیہ ہی کا ادا کرنا بچند وجوہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) فدیہ ادا کرنے کے بعد مطالبہ میت سے ساقط ہو جاتا ہے، البتہ تاخیر کا گناہ باقی رہتا ہے بخلاف حج کے کہ اس سے سقوط مطالبہ کی تصریح نہیں ملتی۔

(وإن) لم يوص و(تبرع وليه به جاز، الخ. (الدر المختار)

وقال العلامة الشامي: أقول لامانع من كون المراد به سقوط المطالبة عن الميت بالصوم في الآخرة وإن بقي عليه إثم التأخير كما لو كان عليه دين عبد وما طله به أحد حتٰى مات فأوفاه عنه وصيه أوغيره، الخ. (۱)

(۲) فدیہ کا ادا کرنا انفع للفقراء بھی ہے بخلاف حج کے کہ وہ فقراء کے لیے نفع بخش نہیں ہے۔

(۳) صلوٰۃ وصوم متروکہ میں فقہا کرام فدیہ کو ذکر کرتے ہیں؛ لیکن حج کا ذکر باوجود تتبع کثیر کے کہیں نہیں مل سکا، چناں چہ صاحب درمختار لکھتے ہیں:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد، فصل في العوارض: ۲/٤۲٤ ـ ٤۲٥، دار الفكر، انيس

”وأما من أفطر عمدًا فوجوبها عليه بالأولٰى“.(۱) (أى الوصية بإعطاء الفدية)
بلکہ وصیت کی صورت میں فدیہ ہی کولازم قرار دیتے ہیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔
(وفدى) لزوماً (عنه) أى عن الميت (وليه) الذى يتصرف فى ماله (كالفطرة) قدرًا،الخ.
وفى الشامى:أى يلزم الولى الفداء عنه من الثلث إذا أوصٰى وإلا فلا يلزم بل يجوز،الخ.(۲)

(۴) فدیہ ادا کرنے کی صورت میں حقوق العباد کی ادئیگی ہے اور حج کرنے کی صورت میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور حقوق العباد مقدم ہے حقوق اللہ پر۔

(۵) فدیہ بہر حال من جانب میت ہوتا ہے، اگر وصیت کی ہو تو لزوماً، ورنہ جوازاً، چوں کہ ورثا کا دینا گویا کہ میت ہی کا دینا ہے بخلاف حج کے کہ وہ من جانب میت نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا صرف ثواب ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے۔

”وأما الحج فمقتضىٰ ما سيأتى فى كتاب الحج عن الفتح أنه يقع عن الفاعل وللميت الثواب فقط وأما الكفارة فقد مرت متناً“.(۳)

(۶) قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہی ادا کیا جائے، چوں کہ حج فرض کے بارے میں تمام فقہا لکھتے ہیں کہ وہ حج ہی کے ذریعہ ذمہ سے ساقط ہوگا، صدقہ وغیرہ سے حج فرض ساقط نہیں ہو سکے گا، اسی طرح صلوٰۃ وصوم کا سقوط بھی ذمہ سے صلوٰۃ وصوم کے ذریعے ہی ہونا چاہیے تھا؛ مگر حدیث پاک میں ممانعت موجود ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اس کا بدل قرار دیا گیا ہے۔

”لايصوم أحد عن أحد ولايصلى أحد عن أحد“.(۴)

لہٰذا اگر چہ وصیت نہ کی ہو؛ لیکن صوم وصلوٰۃ کا سقوط ذمہ سے فدیہ ہی سے ہو سکے گا، حج سے نہیں، چوں کہ یہی صوم وصلوٰۃ کا بدل ہے، البتہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد حج کرلیں اور ثواب والدین کو پہونچا دیں تو یہ نور علی نور ہے، حدیث پاک میں اس کی فضیلت موجود ہے۔

”إذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت أرواحهما فى السماء وكتب عند الله تعالٰى برًا“.(أخرجه الدارقطنى)(۵)فقط والله تعالٰى أعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۱/۵۴-۵۶)

(۱،۲،۳) الدر المختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد،فصل فى العوارض:۲/۴۲۴،دار الفكر،انيس
(۴) الهداية،كتاب الصوم:۱/۲۴۰-۲۴۱،مكتبة رحمانية لاهور،انيس
(۵) رد المحتار،باب الحج عن الغير،مطلب العمل على القياس دون الاستحسان:۲/۶۰۹،دارالفكر ==

نماز کا فدیہ:

سوال: ایام مرض میں تقریباً ایک سال کی نمازیں ذمہ رہ گئیں، بیماری سے پہلے بھی نمازیں پوری نہیں تھیں، اس میں گندم، یا نقد دینا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دونوں ہی دے سکتے ہیں، دن میں مع وتر کے چھ نمازیں ہیں، ایک نماز کا فدیہ ۳۲؍۲ کلوگرام گندم ہے، گیہوں کی قیمت کے برابر اور کوئی چیز دینا چاہیں تو وہ بھی دے سکتے ہیں؛ مگر نقد دینا افضل ہے۔(۱)

قال في العلائية: ومالم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة ... (ودفع القيمة) أى الدراهم (أفضل من دفع العين على المذهب) المفتى به، جوهرة وبحرعن الظهيرية.(الدرالمختار)

وقال ابن عابدين (قوله أى الدراهم): ولعلّه اقتصرعلى الدراهم تبعًا للزيلعي لبيان أنها الأفضل عند إرادة دفع القيمة؛ لأنّ العلّة في أفضلية القيمة كونها أعون علىٰ دفع حاجة الفقير لاحتمال أنه يحتاج غير الحنطة مثلا من ثياب ونحوهابخلاف دفع العروض.(۲)فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

۱۹؍صفر ۱۳۹۱ھ (احسن الفتاویٰ:۴؍۳۳)

میت کی طرف سے اس کا بیٹا نماز کا فدیہ ادا کرسکتا ہے:

سوال: میرے والد کا انتقال ۱۹۶۳ء میں کراچی میں ہوا تھا، مجھے یاد ہے کہ بیماری کے دوران ان کی کچھ نمازیں

==　سنن الدار قطني، باب المواقيت، رقم الحديث: ۲٦٠٧، انيس

(۱)　(وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ وَأَوْصَى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطَى لِكُلِّ صَلَاةٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ) كَالْفِطْرَةِ (وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ) وَالصَّوْمِ، وَإِنَّمَا يُعْطِي (مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ).(الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۷۲/۲-۷۳، دارالفكر بيروت، انيس)

فِي التَّتَارْخَانِيَّة عَنِ التَّتِمَّةِ: سُئِلَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ الْفِدْيَةِ عَنْ الصَّلَاةِ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ هَلْ تَجُوزُ؟ فَقَالَ: لَا، وَسُئِلَ أَبُو يُوسُفَ عَنْ الشَّيْخِ الْفَانِي هَلْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْفِدْيَةُ عَنْ الصَّلَوَاتِ كَمَا تَجِبُ عَلَيْهِ عَنْ الصَّوْمِ وَهُوَ حَيٌّ؟ فَقَالَ: لَا، آه. وَفِي الْقُنْيَةِ: وَلَا فِدْيَةَ فِي الصَّلَاةِ حَالَةَ الْحَيَاةِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ، آه.(ردالمحتار، مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ۷٤/۲، دارالفكر بيروت، انيس)

قوله: (والصلاة كالصوم) هذا استحسان، والقياس: أن لايجوز الفدية عن الصلاة لأن ماثبت بخلاف القياس فغيره لا يقاس عليه، وجه الاستحسان: أن كلا منهما عبادة بدنية لا تعلق لوجوبها ولا لأدائها والباقي يعرف في الأصول وقوله: (وكل صلاة كصوم يوم) في أن يؤدى عن كل صلاة مثل ما يأدى عن كل يوم وهذا هو الصحيح. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: ۲۷۲/۱، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر، انيس)

(۲)　الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب صدقة الفقير ۳٦٤/۲-۳٦٥، دارالفكر بيروت، انيس

قضا ہوگئی تھیں، انہوں نے قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کا کوئی وصیت نامہ نہیں لکھا تھا، تو کیا ہم لوگ ان کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے ان کی قضا ن نمازوں کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں؟ اور اگر ادا کریں تو پھر کس حساب سے؟ یعنی ۱۹۶۳ء کے صدقۂ فطر کے ریٹ سے یا ۱۹۷۸ء کے صدقۂ فطر کے ریٹ سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

آپ اپنے والد کی طرف سے فدیہ ادا کر سکتے ہیں، یومیہ چھ نمازوں کا حساب لگائیں؛ اس لیے کہ وتر کا مستقل فدیہ واجب ہے، جب فدیہ ادا کریں گے اس وقت کا نرخ لگایا جائے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ رمحرم ۹۹ ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۴۵/۳)

☆ ☆ ☆

(۱) قوله: (والصلاة كالصوم) هذا استحسان، والقياس: أن لايجوز الفدية عن الصلاة لأن ماثبت بخلاف القياس فغيره لا يقاس عليه، وجه الاستحسان: أن كلا منهما عبادة بدنية لا تعلق لوجوبها ولا لأدائها والباقي يعرف في الأصول وقوله: (وكل صلاة كصوم يوم) في أن يؤدى عن كل صلاة مثل ما يأدى عن كل يوم وهذا هو الصحيح. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: ۲۷۲/۱، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر، انيس)

تحیۃ الوضوو تحیۃ المسجد کے مسائل

تحیۃ الوضواور تحیۃ المسجد سنت ہے، یا مستحب:

سوال: تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد یہ سنت ہے، یا مستحب؟ ایک روز میں ان نمازوں کو کتنی بار اور کس وقت پڑھنا چاہیے، مسجد کو نماز کے وقت جاتے ہیں، ظہر کے وقت ظہر کو، عصر کے وقت عصر کو، ایسا ہی سب نمازوں کو، کبھی اذان کے قریب اور کبھی اذان کے بعد اور کبھی نماز کے قریب جیسا اتفاق ہو، اب نمازوں کو کیسے ادا کرنا چاہیے اور ان میں کونسی سورتیں پڑھنا مناسب ہے؟ از راہِ مہربانی و بندہ پروری مفصل ترکیب اور اوقات سے مطلع فرما کر ممنون اور مشکور فرماویں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

تحیۃ الوضو مستحب ہے،(۱) اور تحیۃ المسجد سنت ہے؛(۲) مگر مؤکدہ نہیں، تحیۃ الوضو ہر وضو کے بعد مستحب ہے، دن میں جتنی بار بھی وضو کیا جاوے اور تحیۃ المسجد مسجد میں داخل ہونے کے وقت سنت ہے، جتنی بار بھی داخل ہو؛ لیکن جس کی آمدورفت زیادہ رہتی ہو، اس کو دن رات میں ایک بار تحیۃ المسجد پڑھنا بھی کافی ہے اور تحیۃ المسجد و تحیۃ الوضو سنن مؤکدہ اور فرائض سے بھی ادا ہو جاتی ہے، جب کہ وضو کے بعد فوراً یا مسجد میں جاتے ہی سنت اور فرض میں مشغول

(۱) وندب ركعتان بعد الوضوء لحديث مسلم.(ردالمحتار،باب الوتر والنوافل: ۱/ ۴۵۸،انيس)

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَائَتْ نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ :"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوئَهُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّة ". قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَجْوَدَ هَذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ: الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ: إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا، قَالَ:" مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ – أَوْ فَيُسْبِغُ – الْوَضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ". (الصحيح لمسلم،باب الذكر المستحب عقب الوضوء: ۱/ ۱۲۲،رقم الحديث: ۲۳۴.انيس)

(۲) عن أبی قتادة السلمی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال:إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس.(صحيح البخاری،باب إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين: ۱/ ۶۳،مكتبة رشيدية/موطأ الإمام محمد،باب مايستحب من التطوع فی المسجد،رقم الحديث: ۲۷۶،انيس)

ويسن تحية رب المسجد وهی ركعتان ... وقدحكی الاجماع علٰی سنتهما غيرأن أصحابنا يكرهون فی الأوقات المكروهة.(الدرالمختار،باب الوتر والنوافل: ۱/ ۴۵۶،انيس)

ہو جاوے اور بعد طلوعِ فجر کے طلوعِ آفتاب تک اور بعد عصر کے غروب تک (۱) مستقلاً اور عین طلوع شمس وغروب اور استواء شمس کے وقت مطلقا تحیۃ الوضوا ور تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں، باقی اوقات میں جس طرح چاہے پڑھے، خواہ مستقلاً خواہ سنتِ مؤکدہ وغیرہ کے ضمن میں اور ان کے لیے کوئی سورت خاص نہیں، جو سورت چاہے پڑھے۔

۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲/۲۲۱-۲۲۲)

کیا مسجد پہنچ کر پہلے بیٹھے، رسنت پڑھے:

سوال: یہاں علی العموم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جب نماز کے لیے مسجد میں جائے تو وضو کر کے پہلے قدرے بیٹھ جائے، پھر اٹھ کر نیت نماز کی کرے اور اس کو مثل فرض واجب کے سمجھتے ہیں۔ یہ احادیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

سنت یہی ہے کہ مسجد میں جاتے ہی بدونِ بیٹھ جانے کے تحیۂ مسجد کی دو رکعتیں ادا کرے اور اگر پہلے بیٹھ گیا تو یہ ترک اولیٰ ہوگا۔ حدیث صحیحین کو فقہا نے ترک اولیٰ ہی پر حمل کیا ہے؛ لیکن بیٹھ کر ادا کرنے کو ضروری سمجھنا دو طرح سے خلاف مشروع ہے:

ایک یہ کہ حدیث صحیحین کے خلاف ہے۔

"إذا دخل أحدكم المسجد فلايجلس حتٰى يصلى ركعتين". (۲)

دوم قاعدہ مذکورہ کی رو سے بھی یہ طرز اور یہ طریقہ مکروہ ہوگا۔

كما فى الخيرية (۲/۳۳۳): كل مباح يؤدى إلٰى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه، آه، نقلاً عن القنية. (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۲۱۵-۲۱۷) ☆

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو نمازیں اس وقت میں پڑھنا جائز ہیں، ان کے ضمن میں یہ بھی درست ہے۔ حضرت مولاناؒ

(۲) صحيح البخارى، باب ماجاء فى التطوع مثنٰى مثنٰى: ۱/۱۵۶، مكتبة رشيدية سهارنپور/الصحيح لمسلم، باب استحباب تحية المسجد ركعتين، رقم الحديث: ۷۱٤، انيس

☆ تحیۃ المسجد، داخل ہوتے وقت پڑھے یا بیٹھنے کے بعد:

سوال: زید جس وقت مسجد میں آتا ہے تو جلسہ کر کے کھڑا ہو کر تحیۃ الوضو و نوافل وغیرہ پڑھتا ہے۔ خالد کہتا ہے کہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لایا کرتے تھے اور اکثر صحابہ جس وقت مسجد میں داخل ہوتے تھے تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھ کر جلسہ کرتے تھے۔ اس صورت میں کس کے قول کو ترجیح ہے؟

الجواب

اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت اگر وضو ہے اور وقت میں گنجائش ہے، تو پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پھر بیٹھے۔ (**ويسن تحية رب المسجد وهى ركعتان وأداء الفرض وغيره وكذا دخوله بنية فرض أو اقتداء==**

تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے پڑھنا مستحب ہے:

سوال: اکثر نمازی مسجد میں داخل ہوکر دو چار سکنڈ بیٹھنے کے بعد سنت، یا نفل پڑھنی شروع کرتے ہیں اور بعض حضرات بیٹھتے نہیں آتے ہی نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ بہتر طریقہ کون سا ہے؟

الجواب

دو چار سکنڈ بیٹھنے کے بعد نماز شروع کرنا، اس کی کچھ اصل شریعت میں نہیں ہے؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نوافل میں اور سنن میں مشغول ہوجائے۔ علاوہ ازیں حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا عمل اسی پر رہا ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نماز میں مشغول ہوجاتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ مسعود احمد

جواب صحیح ہے اور خود حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ تحیۃ المسجد بیٹھنے سے سے پہلے پڑھنا چاہیے، "قبل أن يجلس" (۱) کی تصریح ہے، اس کے خلاف کرنا زیادتی ثواب سے محرومی کا سبب ہے۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہ (فتاویٰ دار العلوم مسمی بہ امداد المفتین: ۳۱۱/۲)

گھر پر فجر کی سنت پڑھنے کے بعد مسجد میں تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو پڑھنے کا حکم:

سوال: نماز سنت فجر مکان میں پڑھ کر مسجد میں نماز فجر کے لیے جاتا ہوں، اس وقت نماز تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہوں، یا نہیں؟

== ينوب عنها بلا نية و تكفيه لكل يوم مرة ولاتسقط بالجلوس عندنا(الدرالمختار)(باب الوتر والنوافل: ۹٥/١، انيس) والحاصل أن المطلوب من داخل المسجد أن يصلى فيه ليكون ذلك تحية لربه الخ وإلا لزم فعلها بعد الجلوس وهو خلاف الأولىٰ الخ. أما حديث الصحيحين: "إذا دخل أحدكم المسجد فلايجلس حتىٰ يصلى ركعتين". فهوبيان للأولىٰ. (رد المحتار، باب الوتروالنوافل، مطلب فى تحية المسجد: ٦٣٥/١-٦٣٦، ظفير) اور یہ جو مروج ہوگیا ہے کہ مسجد میں داخل ہوکر پہلے بیٹھ کر پھر تحیۃ المسجد وغیرہ پڑھتے ہیں، اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۵/۴-۲۳۶)

(۱) عن أبى قتادة السلمى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس. (صحيح البخارى، باب إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين: ٦٣/١، مكتبة رشيدية/موطأ الإمام محمد، باب مايستحب من التطوع فى المسجد، رقم الحديث: ٢٧٦، انيس)

(۲) ولا تسقط بالجلوس عندنا فإنهم قالوا فى الحاكم إذا دخل المسجدللحكم: إن شاء صلى التحية عند دخوله أوعندخروجه لحصول المقصود كما فى الغاية وأما حديث الصحيحين: إذا دخل أحدكم المسجد فلايجلس حتىٰ يصلى ركعتين، فهوبيان للأولىٰ لحديث ابن حبان: يا أباذر للمسجد تحية وإن تحيته ركعتان فقم فاركعهما وتمامه فى الحلية. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ٤٦٠/٢، انيس)

الجواب

اس وقت نہ تحیۃ الوضو ہے، نہ تحیۃ المسجد ہے،(۱) نیز ان سنتوں (۲) کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے؛ بلکہ جمیع سنن مؤکدہ کا؛ تاکہ اتہام، یا تشبہ با اہل بدعت سے محفوظ رہے، جوکہ تارکین ان سنن کے ہیں۔

۱۰/رجب ۱۳۳۵ھ (تتمہ خامسہ: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۶۶-۴۶۷)

گھر سے سنت پڑھ کر آنے کے بعد مسجد میں تحیۃ المسجد پڑھنا:

سوال: زید نفل وسنت پڑھ کر گھر سے مسجد آیا تو کیا یہ تحیۃ المسجد بھی پڑھ سکتا ہے؛ یعنی سنتوں اور فرض کے درمیان؟

(المستفتی: ۶۵۸، مجیدی دواخانہ بمبئی، ۲۷/رجب ۱۳۵۴ھ، م ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

نماز کی موکدہ سنتیں گھر سے پڑھ کر آنا اور فرض نماز میں دیر ہے تو مسجد میں آکر تحیۃ المسجد پڑھ لینا سنت ہے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۱۶-۳۱۷)

---

(۱) اس لیے کہ صبح صادق کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے اور مکروہ وقت میں تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وقد حكى الاجماع على سنيتها،غير أن أصحابنا يكرهونها في الأوقات المكروهة تقديما لعموم الحاظر على عموم المبيح،آه.(ردالمحتار،مطلب في تحية المسجد: ۱/۶۳۵،سعيد احمد)

(۲) یعنی فجر کی سنتوں کا، اصل مذہب یہ ہے کہ سنن مؤکدہ کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

والأفضل في عامة السنن والنوافل المنزل وهو المروى عن النبى صلى الله عليه وسلم،آه.(الهداية،باب إدراك الفريضة: ۱/۱۵۲)

لیکن اب مسجد میں پڑھنا بدرجہ افضل ہے، اول تشبیہ با اہل بدعت، دوم لوگوں میں تہاون وسستی عام ہے اور مشاغل روز افزوں ہیں؛ اس لیے اندیشہ ہے کہ گھر میں نہ پڑھ سکیں۔

قال في الفتح:وبه أى بأصل المذهب افتى الفقيه أبوجعفر،قال: إلا أن يخشى أن يشتغل عنها إذا رجع،فان لم يخف فالأفضل البيت،آه.(حاشية الهداية: ۱/۱۵۲)

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم أفتى أرباب الفتيا بأن الأفضل الأداء في المسجد كيلا يلزم التشبه بتركها بالروافض حيث لايأتون بها ونظراً إلى تهاون أهل عصرنا يمكن أن يفتى بأدائها في المسجد كي لا يتشاغلوا عنها في البيوت،آه.(معارف السنن شرح سنن الترمذيللشيخ البنورى: ۴/۱۱۱، سعيد أحمد)(باب ماجاء أنها يصليها في البيت،انيس)

(۳) ويسن تحية رب المسجد،وهى ركعتان،الخ.(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۱/۴۵۶،انيس)

وفي الشامية:"والحاصل أن المطلوب من داخل المسجد أن يصلى فيه الخ(باب الوتروالنوافل،مطلب تحية المسجد: ۲/۱۸،ط:سعيد)

تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد فجر اور مغرب کی نماز سے قبل پڑھنا مکروہ ہے:

سوال: تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد فجر اور مغرب کی نماز سے قبل پڑھنا کیسا ہے؟

(المستفتی: ۵۴۴، محمد مقصود احمد خاں (تانبوے) ۲۹ر صفر ۱۳۵۵ھ، مطابق ۲ر مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد فجر؛ یعنی صبح صادق ہوجانے کے بعد اور غروب شمس کے بعد فرض سے پہلے پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۲۴/۳)

عین اذان کے وقت تحیۃ الوضو:

سوال: اگر کوئی شخص ایسے وقت جامع مسجد میں پہونچتا ہے کہ اذان ہورہی ہے، اس وقت تحیۃ المسجد کی نیت کر کے نماز شروع کرسکتا ہے، یا اذان کے ختم کا انتظار کر کے پڑھے؟ اسی طرح اگر کوئی وقتِ ظہر کے شروع ہوجانے کے بعد اذان سے پہلے مسجد میں پہونچتا ہے تو سنتوں کو پڑھ سکتا ہے، یا اذان کے بعد ہی پڑھے؟

الجواب حامدًا و مصلیاً

تحیۃ المسجد پڑھنے کے لیے بیٹھ کر ختم اذان کا انتظار کرے۔(۲)

---

(۱) وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر سوىٰ سنته لشغل الوقت به تقديرًا حتىٰ لو نوىٰ تطوعاً كان سنة الفجر بلا تعيين وقبل صلاة المغرب لكراهة تأخيره إلا يسيرًا. (التنوير وشرحه، كتاب الصلاة: ۱/ ۶۱-۶۲، ط: سعيد)

عن حماد قال: سألت إبراهيم عن الصلاة قبل المغرب فنهاني عنها وقال: إن النبي صلى الله عليه وسلم وأبابكر وعمر رضي الله عنهما لم يصلوها. قال محمد: وبه نأخذ إذا غابت الشمس فلاصلاة على جنازة ولا غيرها قبل صلاة المغرب وهو قول أبي حنيفة رضي الله عنه. (الآثار لمحمد بن الحسن الشيباني، باب ما يعد من الصلاة ومايكره منها، رقم الحديث: ۱٤٥، انيس)

(۲) (ويجب) وجوباً... (من سمع الأذان بأن يقول) بلسانه كمقالته إلا في الحيعتين فيحوقل أي يقول لاحول ولا قوة إلا الله". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶۷/۲، باب الأذان، انيس)

وَأَمَّا بَيَانُ مَا يَجِبُ عَلَى السَّامِعِينَ عِنْدَ الْأَذَانِ فَالْوَاجِبُ عَلَيْهِمُ الْإِجَابَةُ، لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "أَرْبَعٌ مِنَ الْجَفَاءِ: مَنْ بَالَ قَائِمًا، وَمَنْ مَسَحَ جَبْهَتَهُ قَبْلَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَمَنْ سَمِعَ الْأَذَانَ وَلَمْ يُجِبْ، وَمَنْ سَمِعَ ذِكْرِي وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيّ"، وَالْإِجَابَةُ: أَنْ يَقُولَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ، لِقَوْلِ النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ==

جب ظہر کا وقت شروع ہوگیا تو سنتوں کا پڑھنا درست ہوگا، اگر چہ اذان نہ ہوئی ہو۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۶/۷)

تحیۃ الوضو میں مختلف نفل نمازوں کی نیت:

سوال: تحیۃ الوضو میں استغفار، حاجت وغیرہ کا تعدد نیات جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

جائز ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۷/۷)

☆ ☆ ☆

== "مَنْ قَالَ مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ غَفَرَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ"، فَيَقُولُ مِثْلَ مَا قَالَهُ إِلَّا فِي قَوْلِهِ: "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" فَإِنَّهُ يَقُولُ مَكَانَهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ؛ لِأَنَّ إعَادَةَ ذَلِكَ تُشْبِهُ الْمُحَاكَاةَ وَالِاسْتِهْزَاءَ، وَكَذَا إذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: "الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" لَا يُعِيدُهُ السَّامِعُ لِمَا قُلْنَا وَلَكِنَّهُ يَقُولُ: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ، أَوْ مَا يُؤْجَرُ عَلَيْهِ .وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَكَلَّمَ السَّامِعُ فِي حَالِ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ، وَلَا يَشْتَغِلَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَلَا بِشَيْءٍ مِنَ الْأَعْمَالِ سِوَى الْإِجَابَةِ، وَلَوْ كَانَ فِي الْقِرَاءَةِ يَنْبَغِي أَنْ يَقْطَعَ وَيَشْتَغِلَ بِالِاسْتِمَاعِ وَالْإِجَابَةِ، كَذَا قَالُوا فِي الْفَتَاوَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ (بدائع الصنائع،فصل بيان ما يجب على السامعين عند الأذان: ١٥٥/١،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

"ويسن تحية المسجد".(تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة: ١٨/٢،مطلب فى تحية المسجد، باب الوتر والنوافل،سعيد)

(۱) (وهو سنة مؤكدة للفرائض فى وقتها ولو قضاءً، لا) يسن (لغيرها) كعيد.(الدر المختار مع ردالمحتار،باب الأذان: ٤٩/٢ـ ٥٠، انيس)

"(قوله: لا يسن لغيرها) أى من الصلوات... (وقله: كعيد) أى ووتر وجنازة... وسنن رواتب لأنها اتباع للفرائض".(ردالمحتار: ٣٨٤/١ـ٣٨٥،باب الأذان،سعيد)

(۲) "قال الحنفية: إما أن يكون الجمع بن العبادتين فى الوسائل أو فى المقاصد،فإن كان فى الوسائل فإن الكل صحيح كما اغتسل الجنب يوم الجمعة للجمعة ولرفع الجناية،ارتفعت جنابته،وحصل له ثواب غسل الجمعة، ومثله لو نوىٰ الغسل للجمعة والعيد فإنهما يحصلان. وإن كان فى المقاصد،فإما أن ينوى فرضين أو نفلين أو فرضاً أو نفلاً... وأما إذا نوىٰ نافلتين،كما إذا نوىٰ بركعتى الفجر التحية والسنة،اجزأت عنهما".(الفقه الإسلامى وأدلته: ١٨٥/١،١٨٦،مقدمة ضرورية عن الفقه،المطلب الثانى عشر: النية والباعث فى العبادات،رشيدية)

نماز اشراق کے مسائل

بعد فجر اشراق تک ایک جگہ بیٹھنے کا ثواب:

سوال: صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے، بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اس وقت تک کہ اشراق کا وقت ہو، اگر خاموشی کے ساتھ اپنے گھر آئے اور تلاوت قرآن کرتا رہے، نماز اشراق پڑھ کر اٹھے، آیا اس کو بھی وہی ثواب ملے گا، یا نہیں؟ فقط (محمد الیاس)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس کے لیے یہ ثواب نہیں؛ کیوں کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے، جیسا کہ خود بہشتی زیور میں بھی موجود ہے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے ذکر وغیرہ میں مشغول رہے اور اس جگہ سے اٹھ کر گھر آ کر ذکر میں مشغول رہنے سے اس قدر ثواب نہیں ملتا ہے؛ بلکہ اس میں کمی آ جاتی ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۲/۷/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۱/ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۵-۲۶۸)

---

(۱) عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلىٰ صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتىٰ تطلع الشمس، ثم قام، فصلىٰ ركعتين، انقلب بأجر حجة و عمرة". {رواه الطبراني وإسناده جيد} (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب والعصر: ۱۰/۱۰۴، دار الفكر بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالىٰ، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، ص: ۱۲۶-۱۲۷، مكتبة الشيخ

عن سهل بن معاذ عن أبيه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى صلاة الفجر ثم قعد يذكر الله عزوجل حتى تطلع الشمس وجبت له الجنة. (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، رقم الحديث: ۱٤٤، انيس)

عن عمرة قالت: سمعت أم المؤمنين تقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صلى صلاة الفجر أو قال: الغداة، فقعد في مقعده لم يلغ بشيء من أمر الدنيا يذكر الله عزوجل حتى يصلي الضحى أربع ركعات خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه. (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، رقم الحديث: ۱٤٥، انيس) ==

فجر کے بعد اشراق تک ذکر میں مشغول رہنا:

سوال: فجر کی فرض کے بعد بعض لوگ مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں، طلوع آفتاب کے بعد نیت اشراق دوگانہ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، اس روایت کی کیا اصل ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق فرض کے بعد مصلی پر بیٹھے رہنا تو ثابت ہے؛ لیکن دوگانہ نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا، مسئلہ کی پوری تحقیق فرمائیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: "من صلی الفجر فی جماعة، ثم قعد یذکر اللّٰه حتٰی تطلع الشمس، ثم صلی رکعتین، کانت له کأجر حجة وعمرة" قال: قال رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: " تامة تامة". {رواه الترمذی}(مشکوٰة الصابیح: ۸۹/۱، باب الذکر بعد الصلوات)(۱)

حدیث بالا اس مسئلہ کی اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۳۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۸/۵-۲۶۹)

== عن الحسن بن علی رضی اللّٰه عنه قال: سمعت جدی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: ما من عبد صلی صلاة الصبح ثم جلس یذکر اللّٰه عزوجل حتی تطلع الشمس إلا کان له حجابا من النار أو سترا. (عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب فضل الذکر بعد صلاة الفجر، رقم الحدیث: ۱٤٦، انیس)

(۱) مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الذکر بعد الصلاة: ۸۹/۱، قدیمی)(الفصل الثانی، انیس)/جامع الترمذی، أبواب السفر، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاة الصبح حتٰی تطلع الشمس، سعید)

عن أبی أمامة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: من صلی صلوٰة الغداة فی جماعة، ثم جلس یذکر اللّٰه حتٰی تطلع الشمس، ثم قام، فصلی رکعتین، انقلب بأجر حجة وعمرة. {رواه الطبرانی وإسناده جید}(مجمع الزوائد للهیثمی، کتاب الأذکار، باب مایقول بعد صلاة الصبح والمغرب: ۱۰٤/۱۰، دار الفکر)

اعلم أن أشرفَ أوقات الذکر فی النهار، الذکرُ بعد صلاة الصبح. روینا عن أنس رضی اللّٰه عنه فی کتاب الترمذی وغیره قال: قال رسولُ اللَّه صلی الله علیه وسلم: مَنْ صَلَّی الفَجْرِ فی جَماعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُ اللَّهَ تعالی حتَّی تَطْلُعَ الشَمْسُ، ثُمَّ صَلَّی رَکْعَتَیْنِ کانَتْ کأجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تامَّةٍ تامةٍ تامةٍ. قال الترمذی: حدیث حسن.

وروینا فی کتاب الترمذی وغیره، عن أبی ذر رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: مَنْ قالَ فِی دُبُرِ صَلاةِ الصُّبْحِ وَهُوَ ثانٍ رِجْلَیهِ قَبْلَ أنْ یَتَکَلَّمَ: لا إِلهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لا شَرِیکَ لَهُ، لَهُ المُلْکُ وَلَهُ الحَمْدُ یُحْیِی وَیُمِیتُ وَهُوَ علی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ عَشْرَ مرَّاتٍ کُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَناتٍ، ومُحِیَ عَنْهُ عَشْرُ سَیِّئاتٍ، ==

فجر کے بعد ہواخوری افضل ہے، یا اوراد ووظائف:

سوال: فجر میں دعا کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد ووظائف، حمد، نعت، صلوۃ وسلام، یا تلاوت کلام پاک میں لگ جانا افضل ہے، یا ہواخوری کے لیے نکل جانا افضل وضروری ہے؟

الجو اب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ہواخوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ہے تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اس کی رعایت بھی قابل اہتمام ہے، ذکر وتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں (فجر کی نماز کے بعد اشراق تک ذکر واذکار میں مشغول رہنے کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہوے ہیں، لہٰذا فجر کے بعد اشراق تک ذکر واذکار میں مشغول رہے، نماز اشراق پڑھنے کے بعد ہواخوری کرے، نیز عصر کے وقت بھی ہواخوری کے لیے مفید ہے۔(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۶۸/۵-۲۶۹)

== وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجاتٍ، وكانَ يَوْمَهُ ذلكَ فِي حِرْزٍ مِنْ كُلّ مَكْرُوهٍ وَحُرِسَ مِنَ الشَّيْطانِ ولَمْ يَنْبَغِ لِذَنْبٍ أنْ يُدْرِكَهُ في ذلكَ اليَوْمِ إلاَّ الشِّرْكَ باللّهِ تَعالى. قال الترمذي: هذا حديث حسن، وفي بعض النسخ: صحيح.

وروينا في سنن أبي داود عن مسلم بن الحارث التميمي الصحابي رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أسرّ إليه فقال: إذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلاةِ المَغْرِب فَقُلْ: اللَّهُمَّ أجِرْنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، فإنَّكَ إذَا قُلْتَ ذلكَ ثُمَّ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْها وإذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذَلِكَ، فإنَّكَ إنْ مُتَّ مِنْ يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْها.

وروينا في مسند الإمام أحمد وسنن ابن ماجه وكتاب ابن السنيّ، عن أُمّ سلمة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: اللَّهُمَّ إني أسألُكَ عِلْمًا نافِعًا، وعَمَلًا مُتَقَبَّلًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا.

وروينا فيه، عن صُهيب رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحرّك شفتيه بعد صلاة الفجر بشيء، فقلت: يارسول الله! ما هذا الذي تقول؟ قال: اللَّهُمَّ بِكَ أُحاوِلُ، وَبِكَ أُصَاوِلُ، وَبِكَ أُقاتِلُ.

والأحاديث بمعنى ما ذكرته كثيرة، وسيأتي في الباب الآتي من بيان الأذكار التي تقال في أوّل النهار ما تقرّ به العيون إن شاء الله تعالى. وروينا عن أبي محمد البغوي في شرح السنّة قال: قال علقمة بن قيس: بلغنا أن الأرض تعجّ إلى الله تعالى من نومة العالِم بعد صلاة الصبح. والله أعلم (الأذكار للنووي، باب الحث على ذكر الله تعالىٰ بعد صلاة الصبح: ١٤٤/١-١٤٦، دار ابن كثير دمشق - بيروت، انيس)

(۱) عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلىٰ صلوة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتىٰ تطلع الشمس ثم قام، فصلى ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة". {رواه الطبراني وأسناده جيد} (مجمع الزوائد، باب مايقول بعد صلٰوة الصبح والمغرب والعصر: ١٠٤/١٠، دار الفكر بيروت) ==

فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم:

سوال: ایک امام صاحب روزانہ بعد فجر کے سلام کے بعد بغیر مناجات زبردستی مقتدیوں کو سورۂ یٰسین پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ختم قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے؛ کیوں کہ ذرا سے وقت کے لیے آپ اس سے محروم ہوں؟ اس کے بعد دعا کرتے ہیں (مناجات کرتے ہیں)۔ کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع صحیح ہے، یا ناجائز ہے؟ احکام شرعی بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایک مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے،(۱) حدیث شریف میں موجود ہے، اس سے مشکلات میں آسانی ہوتی ہے،(۲) اپنے زیر ترتیب لوگوں کو وزورد یکر بھی عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ لیکن سب کو مجبور نہ کیا جائے، جس کا دل چاہے دعا کے بعد چلا جائے، یا تسبیح، نوافل، تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو جائے، جس کا دل چاہے تلاوت یٰسین کرے،(۳) ترغیب کو جبر کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۷۰-۶۷۱)

== عن أبی أما مة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال:قال رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:"من قال دبر کل صلاة الغداة:لاإلٰه إلااللّٰـه وحده لاشریک له،له الملک وله الحمد،یحیی ویمیت،بیده الخیر،وهوعلٰی کل شیء قدیرمائة مرة قبل أن یثنی رجلیه،کان یومئذ من أفضل أهل الأرض عملاً،إلامن قال مثل ما قال"أو زاد علٰی ما قال رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط،ورجال الأوسط ثقات".(مجمع الزوائد،باب ما یقول بعد صلاة الصبح والمغرب : ۱۰ / ۱۰۷،دارالفکر)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:(عمل الیوم اللیلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالٰی،باب فصل الذکربعد صلاة الفجر، ص: ۱۲۶-۱۲۷،مکتبه الشیخ)

(۱) "عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:"إن لکل شیء قلباً،وقلب القرآن یٰسٓ،ومن قرأ یٰسٓ،کتب اللّٰه له بقراء تها قراء ة القرآن عشرمرات".(تفسیرابن کثیر: ۵۶۳/٤،سورة یٰسٓ، سهیل اکیڈمی لاهور)(والحدیث رواه الترمذی،فی سننه فی أبواب فضائل القرآن عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم،باب ماجاء فی یٰسٓ: ۱۱٦/۲،سعید)

(۲) عن عطاء بن أبی رباح، قال: بلغنی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"من قرأ یٰسٓ فی صدر النهار، قضیت حوائجه".

قال ابن عباس رضی اللّٰه عنهما:من قرأ یٰسٓ حین یصبح،أعطی یسریومه حتی یسمی،ومن قرأها فی صدر لیلة، أعطی یسر لیلة حتٰی یصبح".(سنن الدارمی،کتاب فضائل القرآن،باب فی فضل یٰسٓ: ۵٤۹/۲،قدیمی(رقم الحدیث:۳٤۱۸-۳٤۱۹)

(۳) الإصرارعلی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة،آه.(السعایة،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،قبیل فی فصل القرآء ة:۲٦۵/۲،سهیل اکیڈمی لاهور) ==

نماز اشراق وغیرہ کی نیت:

سوال: نماز اشراق ونماز چاشت ونماز اوابین ان سب نمازوں کی نیت اور ترتیب سے بھی مطلع فرمایئے گا؟

الجواب

اوابین واشراق وچاشت سب میں صرف نفل نماز کی نیت کرلینا کافی ہے، کسی خاص نماز اور وقت کا نام لینا کچھ ضروری نہیں،(۱) اور عوام اور ناواقفوں کو لمبی لمبی نیت بتلا کر پریشان کرنا جہالت ہے اور جونسی سورت چاہے پڑھے۔(۲)

کتبہ اصغر حسین عفی عنہ، الجواب صحیح: مہر۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۸/۴-۳۰۹)

اشراق کے ساتھ چاشت کی نماز:

سوال: اشراق کی نماز کے ساتھ ہی دو رکعت چاشت کی نماز ادا کرسکتا ہے؟

هو المصوب

دونوں کا وقت الگ الگ ہے، جب سورج صاف ہو جائے تو اشراق پڑھیں اور جب دھوپ تیز ہو جائے تو چاشت کی نماز پڑھیں۔(۳)

وندب أربع فصاعداً فی الضحٰی علی الصحیح من بعد الطلوع إلٰی الزوال. (ردالمحتار: ۴۶۵/۲)

تحریر: مسعود حسن حسنی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۵۵/۳-۵۶)

== قال الطیبی: وفیہ: من أصر علٰی أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علٰی بدعة أو منکر". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی التشهد: ۳۱/۳، ط: رشیدیة (تفسیر رقم الحدیث: ۹۴۶)

(۱) وفی الکبیری: المصلی إذا کان متنفلاً سواءٌ کان ذلک النفل سنة مؤکدة أو غیرها یکفیه نیة مطلق الصلوٰة ولا یشترط تعیین ذلک النفل، إلخ. (الکبیری، ص: ۲۴۵، جمیل الرحمن)

(۲) عن عائشة رضی الله عنها قالت: قام النبی صلی الله علیه وسلم بابه من القرون لیلة. (جامع الترمذی، باب ماجاء فی القراءة باللیل: ۱۰۱/۱، انیس)

(۳) قال العلامة سراج أحمد فی شرح الترمذی له: إن المتعارف فی أول النهار صلاتان الأولٰی بعد طلوع الشمس وارتفاعها قدر رمحٍ أو رمحین والثانیة عند ارتفاع الشمس قدر رمح النهار إلی ما قبل الزوال ویقال لها صلاة الضحی واسم الضحی فی کثیر من الأحادیث شامل لکلیهما، وقد ورد فی بعضها النظر الإشراق أیضًا. (إعلاء السنن: ۳۰/۷)

السابعة صلاة الضحی فالمواظبة علیها من عزائم الأفعال وفواضلها أما عدد رکعاتها فأکثر ما نقل فیه ثمان رکعات، روت أم هانیء أخت علی بن أبی طالب رضی الله عنهما أنه صلی الله علیه وسلم صلی الضحی ثمانی رکعات أطالهن وحسنهن، ولم ینقل هذا القدر غیرها. ==

اشراق کی نماز گھر پر پڑھ سکتے ہیں:

سوال: بعد فجر اسی جگہ پر بیماری کی وجہ سے؛ یعنی بلغم آنے کی وجہ سے اشراق اسی جگہ نہیں پڑھ پاتا ہوں، گھر پر پڑھتا ہوں، کیا ثواب میں کوئی کمی تو نہیں ہوگی؟

هو المصوب

اشراق کی نماز نفل ہے، لہٰذا ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۵۵/۳)

== فأما عائشة رضى الله عنها فإنها ذكرت أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلى الضحى أربعاً ويزيد ما شاء الله سبحانه فلم تحد الزيادة إلى أنه كان يواظب على الأربعة ولا ينقص منها وقد يزيد زيادات. وروى فى حديث مفرد أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى الضحى ست ركعات.

وأما وقتها فقد روى على رضى اللّٰه عنه أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلى الضحى ستاً فى وقتين إذا أشرقت الشمس وارتفعت قام وصلى ركعتين وهو أول الورد الثانى من أوراد النهار كما سيأتى، وإذا انبسطت الشمس وكانت فى ربع السماء من جانب الشرق صلى أربعاً فالأول إنما يكون إذا ارتفعت الشمس قيد نصف رمح والثانى إذا مضى من النهار ربعه بإزاء صلاة العصر فإن وقته أن يبقى من النهار ربعه والظهر على منتصف النهار ويكون الضحى على منتصف ما بين طلوع الشمس إلى الزوال كما أن العصر على منتصف ما بين الزوال إلى الغروب وهذا أفضل الأوقات ومن وقت ارتفاع الشمس إلى ما قبل الزوال وقت للضحى على الجملة. (إحياء علوم الدين، القسم الثانى ما يتكرر بتكرر الأسابيع: ۱۹۶/۱-۱۹۷، دار المعرفة بيروت، انيس)

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاتِكُمْ، وَلاَ تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا. (صحيح البخارى، كتاب التشهد، باب التطوع فى البيت، رقم الحديث: ۱۱۸۷/الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الاستحبات صلاة النافلة فى بيته وجوازها فى المسجد، رقم الحديث: ۷۷۷)

والأفضل فى النفل غير التراويح المنزل إلا لخوف شغل عنها. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۶۴/۲)

نوٹ: لیکن مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ انیس

عن سهل بن معاذ عن أبيه رضى الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلى صلاة الفجر ثم قعد يذكر اللّٰه عزوجل حتى تطلع الشمس وجبت له الجنة. (عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، رقم الحديث: ۱۴۴، انيس)

عن عمرة قالت: سمعت أم المؤمنين تقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صلى صلاة الفجر أو قال: الغداة، فقعد فى مقعده لم يلغ بشيء من أمر الدنيا يذكر اللّٰه عزوجل حتى يصلى الضحى أربع ركعات خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه. (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، رقم الحديث: ۱۴۵، انيس)

عن الحسن بن على رضى اللّٰه عنه قال: سمعت جدى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ما من عبد صلى صلاة الصبح ثم جلس يذكر اللّٰه عزوجل حتى تطلع الشمس إلا كان له حجابا من النار أو سترا. (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، رقم الحديث: ۱۴۶، انيس)

کیا اشراق کی نماز بدعت ہے:

سوال: بخاری شریف کی ۱۶۶۲ر نمبر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اشراق کی نماز پڑھنا بدعت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

هو المصوب

حدیث مذکور میں صلاۃ الضحیٰ سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول جو آیا ہے کہ یہ حدیث بدعت ہے، (۱) یہ دراصل خاص موقع سے متعلق ہے، (۲) ورنہ یہ نماز مشروع اور مستحب ہے، بدعت نہیں ہے۔

(۱) عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ الضُّحَى فِي الْمَسْجِدِ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ؟ فَقَالَ: بِدْعَةٌ، فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ: أَرْبَعَ عُمَرٍ، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نُكَذِّبَهُ وَنَرُدَّ عَلَيْهِ، وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ: أَلَا تَسْمَعِينَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَتْ: وَمَا يَقُولُ؟ قَالَ: يَقُولُ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ »مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا وَهُوَ مَعَهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ. (الصحيح لمسلم،باب بيان عدد عمر النبى صلى الله عليه وسلم،رقم الحديث:١٢٥٥/فتح البارى،باب صلاة الضحى فى السفر:٥٣/٣،دارالمعرفة،انيس)

(۲) صلوٰۃ الضحیٰ سے متعلق روایات بہت سی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس قول اور بعض دوسری روایات سے نفی ثابت ہوتی ہے؛ مگر زیادہ تر روایات اثبات میں ہیں، امام بخاری وامام مسلمؒ نے اس عنوان پر مستقل ابواب ذکر کئے ہیں۔ چند روایات اس طرح ہیں:

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال:أوصانى خليلى بثلاث لا أدعهن حتىٰ أموت:صوم ثلا ثة أيام من كل شهر وصلاة الضحى ونوم علىٰ وتر. (صحيح البخارى، كتاب التهجد،باب صلاة الضحىٰ فى الحضر،رقم الحديث:١١٧٨/الصحيح لمسلم،كتاب صلا ة المسافرين،باب استحباب صلاة الضحىٰ،رقم الحديث: ٧٢١)

عن أبى هرير ة رضى اللّٰه عنه قال: أوصانى خليلى صلى الله عليه وسلم بثلاث: بصيام ثلاثة أيام من كل شهرور كعتى الضحى وإن أوترقبل أن أرقد. (الصحيح لمسلم،باب الوصية بصلاة الصبح،رقم الحديث: ٧٢١،انيس)

عن معاذة أنها سألت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها كم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلاة الضحى؟ قالت أربع ركعات ويزيد ما شاء. (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب استحباب الضحى وأن أقلها ركعتان ... والحث علىٰ المحافظة عليها،رقم الحديث:٧١٩)

حافظ ابن حجرؒ علامہ ابن دقیق العیدؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لعله ذكر الأقل الذى يوجد التأكيد بفعله فى هٰذا دلالة علىٰ استحباب صلاة الضحىٰ وأن أقلها ركعتان وعدم مواظبة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم علىٰ فعلها لا ينافى استحبابها؛لأنه حاصل بدلالة القول وليس من شرط الحكم أن تتضافر عليه أدلة القول والفعل لكن ما واظب النبى صلى الله عليه وسلم فعله مرجح علىٰ ما لم يواظب عليه. (فتح البارى،باب صلاة الضحى فى الحضر:٧٤/٣)

حافظ ابن حجرؒ نے علامہ ابن القیم کے حوالہ سے اس سے متعلق چھ اقوال کا تذکرہ کیا ہے، البتہ کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری:۶۷/۳)

خاص مواقع پر جو بدعت کہی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کو پابندی سے بالالتزام پڑھنا، مسجدوں میں اس کا اظہار کرنا اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہے۔(۱)

علامہ ابن حجرؒ نے اس روایت پر لمبی بحث کرنے کے بعد جو حاصل بحث لکھا ہے کہ وہ یہی ہے:

"وفی الجملة: لیس فی أحادیث ابن عمر هٰذه ما یدفع مشروعیة الضحٰی ...لأنها مخالف للسنة". (فتح الباری:۶۹/۳)(۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۵۲/۳-۵۳)

☆ ☆ ☆

(۱) الإصرار علی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة،آه.(السعایة،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،قبیل فی فصل القرآءة:۲۶۵/۲،سهیل اکیڈمی لاهور،انیس)

الحدیث الثامن عن ابن مسعود، قوله: (لا یجعل) إلی آخره، فیه أن من أصر علی أمر مندوب، وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف بمن أصر علی بدعة ومنکر؟(شرح المشکاة للطیبی،باب الدعاء فی التشهد:۱۰۵۱/۳،مکتبة نزار مصطفی الباز مکة المکرمة،انیس)

(۲) وَفِی الْجُمْلَةِ لَیْسَ فِی أَحَادِیث بن عُمَرَ هَذِهِ مَا یَدْفَعُ مَشْرُوعِیَّةَ صَلَاةِ الضُّحَی لِأَنَّ نَفْیَهُ مَحْمُولٌ عَلَی عَدَمِ رُؤْیَتِهِ لا عَلَی عَدَمِ الْوُقُوعِ فِی نَفْسِ الْأَمْرِ أَوِ الَّذِی نَفَاهُ صِفَةٌ مَخْصُوصَةٌ کَمَا سَیَأْتِی نَحْوُهُ فِی الْکَلَامِ عَلَی حَدِیثِ عَائِشَةَ قَالَ عِیَاضٌ وَغَیره إِنَّمَا أنکر بن عُمَرَ مُلَازَمَتَهَا وَإِظْهَارَهَا فِی الْمَسَاجِدِ وَصَلَاتَهَا جَمَاعَةً لَا أَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِلسُّنَّةِ وَیُؤَیِّدُهُ مَا رَوَاهُ بن أبی شیبَة عَن بن مَسْعُودٍ أَنَّهُ رَأَی قَوْمًا یُصَلُّونَهَا فَأَنْکَرَ عَلَیْهِمْ وَقَالَ إِنْ کَانَ وَلَا بُدَّ فَفِی بُیُوتِکُمْ.(فتح الباری،باب صلاة الضحی فی السفر:۵۳/۳،دارالمعرفة بیروت،انیس)

نمازاوابین کے مسائل

صلوٰۃ الاوابین اوراس کی تحقیق:

سوال: مشارق الانوار میں صلوٰۃ اوابین کی نسبت لکھا ہے کہ اواب لغت میں اس وقت کو کہتے ہیں کہ جس وقت اونٹ کے بچے کے پیر گرمی سے جلنے لگیں اور وہ گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کا ہوتا ہے تو درحقیقت صلوٰۃ اوابین کا وقت بعد مغرب ہے، یا یہ وقت ہے، یا دونوں وقت ہیں؟ برتقدیر ثانی اولویت کس کو ہے؟

الجواب

اوابین کے معنی رجوع الی اللہ کرنے والوں کے ہیں، پس اس اعتبار سے جملہ نمازوں کو اوابین کہہ سکتے ہیں؛ لیکن احادیث سے دووقت کی نوافل پر اطلاق صلوٰۃ اوابین کا آیا ہے، ایک صلوٰۃ ضحیٰ پر جیسا کہ سوال میں درج ہے اور دوسرے نوافل بعد المغرب پر، (۱) جیسا کہ کبیری شرح منیہ میں منقول ہے:

وإن تطوع بعد المغرب بست ركعات فهو أفضل، لحديث ابن عمر أنه عليه السلام قال: ”من صلى بعد المغرب ست ركعات كتب من الأوابين، وتلا: ﴿إنه كان للأوابين غفورًا﴾ الآية “. (۲)

پس اس حدیث ثانی کی وجہ سے صلوٰۃ اوبین کا اطلاق اکثر نوافل بعد المغرب پر کیا جاتا ہے۔

قال فی الدرالمختار: ”وست بعد المغرب ليكتب من اللأوابين“ إلخ. (۳)

اوراس کا انکار نہیں ہے کہ صلوٰۃ ضحیٰ بھی صلوٰۃ اوابین ہے؛ بلکہ اس کو بھی صلوٰۃ اوابین کہہ سکتے ہیں۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۶/۴-۲۳۷)

---

(۱) عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن بعبادة ثنتی عشرة سنة. (جامع الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱، انیس)

(۲) غنية المستملی شرح منية المصلی، فصل فی النوافل، ص: ۳٦۹

(۳) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل: ٦۳۱/۱، ظفير

(۴) أن زيد بن أرقم رأى قوماً يصلون من الضحى فقال: ”أما لقد علموا أن الصلوٰة فی غير هٰذه الساعة أفضل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلاة الأوابين حين ترمض الفصال. (الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات: ۲۵۷/۱، انیس)

صلوۃ الاوّابین:

سوال: صلوۃ الاوّابین کس نماز کو کہا جاتا ہے؟

الجواب

صلوۃ الاوّابین کے متعلق اختلاف مسمّٰی میں نہیں ہے، تسمیہ میں ہے، مشہور یہی ہے کہ نوافل بعد المغرب کو صلوۃ الاوّابین کہا جاتا ہے، (۱) اور ضحوہ کبریٰ کو صلوۃ الضحیٰ اور چاشت کہا جاتا ہے؛ مگر صحاح میں ہے:

"صلاة الأوّابين حين ترمض الفصال". (۲)

اس لیے اقرار کرنا پڑے گا کہ نوافل بعد المغرب کا تسمیہ غلط عوام میں سے ہے۔ (۳)

مکتوبات: ۱/۱۳/۴۱۳ (فتاویٰ شیخ الاسلام: ص ۴۶)

صلوٰۃ الاوّابین کی رکعات کتنی ہیں:

سوال: صلوٰۃ اوابین بیس رکعت پڑھنی چاہیے، یا چھ رکعت؟ صحیح کیا بات ہے؟

الجواب

صلوٰۃ اوابین میں دونوں امر صحیح ہیں، چھ رکعت بھی آئی ہیں اور بیس بھی، جو کچھ کرے، بہتر ہے؛ مگر اکثر علما کا مذہب چھ رکعت پر ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۲۱۷)

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن بعبادة ثنتى عشرة سنة. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۱/۹۸، انيس)

(۲) الصحيح لمسلم، باب صلاة الأوابين حين ترمض الفصال، رقم الحديث: ۷٤۸، انيس

(۳) مثله في العرف الشذي: ۱/۱۰۱، من أمالي المحدث أنورشاه الكشميري. دراصل بعض ضعیف احادیث کی بنیاد پر مغرب بعد کی نوافل کو اوّابین کا نام دے دیا گیا ہے۔

تسمى هذه الصلاة بصلاة الأوابين في عرف الناس ولم يصح فيها حديث وحديث الباب أيضاً ضعيف، والعمل به مع ضعفه، وصح الحديث في الأربع بعد العشاء، وفي الأربع قبله ضعيف وفي الأربع قبل الظهر والأربع بعدها صحيح وكذلك في الأربع قبل العصر. (العرف الشذي، باب ماجاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۱/٤۰۹، دار التراث العربي بيروت، انيس)

(۴) وإن تطوع بعد المغرب بست ركعات كتب من الأوّابين، إلخ. (غنية المستملي، ص: ۳٦۹)

وبعد مغرب دو رکعت سنت وبعد ازاں شش رکعت دیگر مستحب است آں را صلوٰۃ الاوابین گویند وبروایتی بعد مغرب بست رکعت آمدہ۔ (مالا بد منہ، ص: ٦۷)

==

صلوٰۃ الاوابین اور تہجد کی رکعتیں اور تراویح کی نماز:

سوال: صلوٰۃ الاوّابین کی کم از کم کتنے رکعت ہیں اور تہجد کی کتنی؟ اور تراویح کی جماعت مسجد میں افضل ہے، یا مکان پر؟ اور کسی مسجد میں تراویح کی دوسری جماعت افضل ہے، یا مکان پر؟

الجواب

صلوٰۃ الاوّابین کی چھ رکعت ہیں، (۱) علاوہ دو سنت مؤکدہ مغرب کے، (۲) اور تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہیں، زیادہ بارہ تک ہیں، (۳) اور کم دو رکعت تک۔ (۴) نماز تراویح کی جماعت مسجد میں افضل ہے، (۵) دوسری جماعت تراویح کی مسجد میں نہ ہونی چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۲۲۷-۲۲۸)

== عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتاً في الجنة". {رواه الترمذى} (مشكوة، باب السنن، ص: ١٠٤، ظفير) (سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ٩٨/١، انيس)

عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن بعبادة ثنتى عشرة سنة. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ٩٨/١، انيس)

(١) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن بعبادة ثنتى عشرة سنة. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ٩٨/١، انيس)

(٢) وست بعد المغرب ليكتب من الأوابين بتسليمة أوثنتين أوثلاث والأول أدوم وأشق. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فى السنن والنوافل: ٦٣١/١، ظفير)

(٣) عن عروة عن عائشة رضى الله عنها أخبرته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى ثلاث عشرة ركعة بركعتى الفجر. (الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل، كتاب صلاة المسافرين وقصرها: ٢٥٤/١، انيس)

(٤) عن أبى سعيد وأبى هريرة قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أيقظ الرجل أهله من الليل فصليا أو صلى ركعتين جميعاً كتبا فى الذاكرين والذاكرات. سنن أبى داؤد، باب قيام الليل. رقم الحديث: ١٣٠٩/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء فيمن أيقظ أهله من الليل، رقم الحديث: ١٣٣٥، انيس)

وصلاة الليل وأقلها على ما فى الجوهرة ثمان. (الدر المختار)

قيد بقوله على ما فى الجوهرة لأنه فى الحاوى القدسى قال: يصلى ما سهل عليه ولو ركعتين والسنة فيها ثمان ركعات بأربع تسليمات. (رد المحتار، مطلب فى صلاة الليل: ٦٤٠/١-٦٤١، ظفير)

(٥) والجماعة فيها سنة على الكفاية، الخ، فالمسجد فيها أفضل قاله الحلبى. (الدر المختار على هامش رد المحتار، مبحث فى التراويح: ٦٦١/١)

وظاهر كلامهم هنا أن المسنون كفاية إقامتها بالجماعة فى المسجد حتى لو أقاموها جماعة فى بيوتهم ولم تقم فى المسجد أثم الكل. (رد المحتار: ٦٦١/١، ظفير)

بعد مغرب چھ رکعت سنتیں:

سوال: بعد مغرب جو چھ رکعت کی ترغیب دی ہے، اس کی دو رکعت ادا کرے تو ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

یہ چھ رکعت جن کی فضیلت بعد مغرب کے آئی ہے، علاوہ مغرب کی دوسنت مؤکدہ کے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ دو سنت مؤکدہ بھی اس میں داخل ہیں اور اگر مغرب کی دوسنت کے بعد صرف دو رکعت نفل پڑھ لیوے تو اس میں بھی ثواب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۷/۴)

مغرب کی سنتیں اوابین میں شامل نہیں:

صلوٰۃ اوابین جو نوافل بعد مغرب کا نام ہے، وہ سنت مؤکدہ سے زائد ہیں، (۲) لہٰذا دوسنت علاحدہ پڑھے؛ مگر جو وعدہ اور ثواب وارد ہوا ہے، وہ درصورت داخل کرنے کے بھی ظاہر ہوسکتا ہے اور کوئی قاطع دلیل نہیں؛ مگر یہ کہ سنت مؤکدہ ہیں اور وعدہ نوافل مستحبہ کا ہے اور مستحبات کا ذکر جداگانہ احادیث میں آیا ہے۔

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۳۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۱۸۲)

نوافل مغرب میں اوابین کی نیت:

سوال: مغرب کے وقت سنتوں کے بعد دو رکعت نفل کی نیت اگر وقت مغرب کر کے کی جاوے تو ٹھیک ہے، یا اوابین کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً

وقت مغرب ٹھیک ہے، گوضروری نہیں۔ ”وكفى مطلق نية الصلاة كنفل وسنة“. (الدر المختار مع رد المحتار) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۶/۷)

---

(۱) ويستحب، إلخ، وست بعد المغرب ليكتب من الأوّابين بتسليمة أوثنتين أوثلاث والأول أدوم وأشق وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدى الكل بتسليمة واحدة اختار الكمال نعم. (الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۳۱/۱، ظفير)

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن بعبادة ثنتي عشرة سنة. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱، انيس)

(۳) الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۴۱۷/۱، سعيد

”قوله: (ويكفيه النية للنفل والسنة والتراويح) أما فى النفل فمتفق عليه؛ لأن مطلق الصلاة أوتنصرف إلى النفل؛ لأنه الأدنىٰ، فهو متيقن، والزيادة مشكوك فيها، ولا فرق بين أن ينوى الصلاة أوصلاة للّٰه؛ لأن المصلى لايصلى لغير اللّٰه“. (البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۴۸۴/۱، رشيدية)